انسان اور نیکی

گناہ چھوڑنے اور نیکی کرنے کے انعامات

(قرآن وحدیث اور سچے واقعات کی روشنی میں)

حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ



گناہ چھوڑنے اور نیکی کرنے کے انعامات

قرآن وحدیث اور سچے واقعات کی روشنی میں

حافظ مبشّر حسین

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

نام کتاب	:	انسان اور نیکی
تالیف	:	حافظ مبشّر حسین
ناشر	:	اریب پبلیکیشنز
صفحات	:	184
سن اشاعت	:	2013
قیمت	:	

INSAN AUR NEKI
Hafiz Mubashshir Husain

ناشر

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فون: 23284740، 23282550، 43549461



فہرست مضامین

باب 1 نیکی کی حقیقت

باب 2 نیکیوں کے فوائد وثمرات

باب 3 نیکی کا انعام

باب 4 نیکی کا انعام مرنے کے بعد...[جنت میں]

باب 5 نیکی اور گناہ کی لذتوں کا فرق!

باب 6 دنیا اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں

باب 7 گناہ اور اس کے اثرات ونقصانات



پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا 'نیکی' اور حکم نہ ماننا 'گناہ' کہلاتا ہے۔ نیکی اور گناہ کا باہم دامن چولی کا ساتھ ہے۔ انسانی زندگی میں ہر وقت نیکی اور گناہ کے درمیان کشمکش جاری رہتی ہے۔ اور کامیاب شخص وہ ہے جو اپنی خواہشات کو لگام دے کر گناہ پر قابو پالے، اور نیکی کی راہ اختیار کرلے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی اپنے بندوں سے یہی مطالبہ ہے کہ وہ نیک عمل کریں اور گناہوں سے ہر ممکنہ اجتناب کریں۔

انسان پیدائشی طور پر گناہوں سے مبرا و منزہ حالت میں پیدا ہوتا ہے، مگر خواہشاتِ نفس، شیطانی بہکاوے، طبعی کمزوریاں، اور حوادثِ زمانہ اسے گناہوں کا مرتکب بنادیتے ہیں لیکن اگر انسان صبر و استقامت سے کام لے، اپنی خواہشات کو لگام دے، گناہ ہوجانے کے بعد توبہ و استغفار کی راہ اختیار کرے، تو وہ پھر سے پاک و صاف ہوجاتا ہے۔

گناہ انسان کو جنت سے محروم کردیتا ہے۔ گناہ ہی کی وجہ سے انسان کو جنت سے نکالا گیا، اس لیے جنت میں جانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان گناہوں سے پاک ہو اور نیکیوں کا بھاری ترازو لے کر اللہ کے حضور پیش ہو۔

جس طرح گناہ کا ارتکاب انسان کے لیے ممکن ہے اسی طرح نیکی کی راہ اختیار کرنا بھی

انسان کے لیے ناممکن نہیں ہے۔اتنا فرق ضرور ہے کہ گناہوں میں ظاہری اور فوری لذت کی وجہ سے انسان اس کی طرف جلدی لپکتا ہے،جبکہ نیکی میں ظاہری مشقت اور مشکل کی وجہ سے انسان اس سے گریز کرتا ہے۔زیر نظر کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ

☆......نیکی کیا ہے؟

☆......نیکی کا حصول اور نیک بننے کا طریقہ کار کیا ہے؟

☆......نیک اعمال کی قبولیت کی صورت کیا ہے؟

☆......گناہ میں لذت زیادہ ہے یا نیکی میں؟

☆......دنیا اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں کون سی ہیں؟

☆......گناہوں کو دھوڈالنے والی نیکیاں کون سی ہیں؟

☆......نیکی کرنے کا دنیا میں کیا انعام ملتا ہے؟

☆......نیکی کا آخرت میں کیا کیا انعام ملے گا؟

☆......اس کے علاوہ صحیح احادیث میں مذکوران نیکیوں کی بھی تفصیلات پیش کی گئی ہیں، جو بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں مگران کا اجر بہت زیادہ ہے۔

امید ہے یہ کتاب ایک گنہگار انسان کو نیک بننے اور ایک نیک انسان کو مزید نیکیاں کمانے کی رغبت دلائے گی،اور اگر اس کے ساتھ ہماری دوسری کتاب:"انسان اور گناہ" کو بھی مدنظر رکھا جائے تو زیادہ بہتر نتائج مترتب ہوں گے۔ان شاء اللہ!

اللہ عمل کی توفیق دے اور ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے۔آمین یارب العالمین!

حافظ مبشر حسین

0300-4602878

......☆......

مقدمۃ الکتاب

آپ کس راستے پر چلنا پسند کریں گے☆

[نیکی اور جنت کے راستے پر یا گناہ اور جہنم کے؟]

آپ تنہا سفر کر رہے ہیں چلتے چلتے آپ کے سامنے ایک دوراہا آجاتا ہے جہاں سے ایک راستہ سخت، دشوار گزار، عمودا ہے اور پہاڑ کی بلندی کی طرف جا رہا ہے اور دوسرا راستہ نشیبی ہے اور آسانی سے طے ہو جانے والا ہے۔

پہلا راستہ جو دشوار گزار ہے اس میں ہر طرف پتھر اور کانٹے بکھرے ہوئے ہیں، قدم قدم پر گڑھے ہیں جن کی وجہ سے اوپر چڑھنا بھی مشکل ہے اور راہ طے کرنا بھی دشوار، لیکن اس پر حکومت کی طرف سے ایک کتبہ نصب ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ راستہ اگرچہ دشوار گزار ہے اور اس پر چلنا تکلیف دہ ہے، لیکن یہی درست راستہ ہے جو بڑے شہر کو جاتا ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے۔

دوسرا راستہ ایک ہموار گزرگاہ ہے جس پر پھل دار درخت اور شگوفے سایہ فگن ہیں، دونوں جانب ہر قسم کی تفریحات جنتِ نگاہ اور فردوسِ گوش ہیں۔ جن کی وجہ سے دل کھنچا چلا جا رہا ہے، لیکن راستے کے سرے پر ایک انتباہ آویزاں ہے کہ یہ راستہ انتہائی خطرناک اور مہلک ہے اور اس کے آخر میں ایک ایسا نشیب ہے جس میں یقینی موت آپ کی منتظر ہے۔

ایسی صورت میں آپ کون سا راستہ منتخب کریں گے؟

☆......[یاد رہے کہ یہ مقدمہ مشرق وسطیٰ کے معروف عالم شیخ علی طنطاوی کی کتاب: ''تعریف عام بدین الاسلام'' سے ماخوذ ہے۔ اس کا ترجمہ سید شبیر احمدؒ نے ''الاسلام؟'' کے نام سے کیا ہے۔ فجزاھم اللّٰہ خیر الجزآء]

بے شک انسانی طبیعت دشوار کے مقابلے میں آسان راہ کی طرف مائل ہوتی ہے اور مشقت وتکلیف کی بجائے سہولت وآرام کو پسند کرتی ہے، نفسِ انسانی قید وبند کے مقابلے میں آزادی کا دلدادہ ہے اور یہی وہ انسانی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔

اس لیے اگر انسان کو اپنی خواہشاتِ نفس کی تکمیل کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ ان کے پیچھے لگ جائے تو ظاہر ہے وہ دوسرا راستہ ہی اختیار کرے گا۔

لیکن ایسے تمام مواقع پر عقل آڑے آجاتی ہے اور موازنہ کرتی ہے کہ وقتی اور فوری لذت وراحت جس کا انجام طویل رنج وغم اور تکلیف ہو، اچھی ہے یا وہ عارضی اور وقتی تکلیف ومشقت جس کے بعد نہ ختم ہونے والی راحت اور لذت ہو، وہ بہتر ہے؟ بالآخر وہ پہلا راستہ اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

یہی مثال جنت یا دوزخ کی طرف جانے والے راستوں کی ہے۔

دوزخ کے راستے میں ہر وہ چیز موجود ہے جو لذیذ اور مرغوب ہے، انسانی طبیعت ان کی طرف مائل ہوتی ہے اور خواہشاتِ نفسانی انسان کو ان کی طرف دھکیلتی ہیں۔ اس راہ میں حسن وجمال اور اس کی فتنہ آفرینیاں ہیں۔ شہوانی خواہشات کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور فوری لذت حاصل ہوتی ہے۔ اس راستے میں ہر طریقے سے مال حاصل کرنے کا جواز ہے۔ اور مال ودولت ایسی چیز ہے جو ہر شخص کو مرغوب ومطلوب ہے!

اس میں ہر قسم کی آزادی اور آوارگی کی سہولت ہے اور کون ہے جو آزادی کو پسند نہیں کرتا اور پابندیوں سے بیزار نہیں......!

اس کے برعکس جنت کے راستے میں ہر طرح کی مشقت اور دقت ہے۔ پابندیاں اور رکاوٹیں ہیں۔ نفس سے جنگ کرنا اور خواہشات سے کنارہ کش ہونا پڑتا ہے، لیکن اس وقتی مشقت جو اس راہ میں برداشت کرنا پڑتی ہے، کا صلہ آخرت میں دائمی لذت اور ابدی راحت

کی صورت میں ملتا ہے۔اور جہنم کے راستے کی عارضی لذتوں کا ثمرہ دوزخ کا نہ ختم ہونے والا عذاب ہے۔ اس کی مثال بالکل اس طالب علم کی سی ہے جو امتحان کے دنوں میں رات کے وقت جبکہ گھر کے باقی تمام افراد ٹی وی کے سامنے بیٹھے دلچسپ پروگراموں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں، سب سے الگ تھلگ اپنی کتابوں اور کاپیوں میں غرق، محنت کی مشقت برداشت کر رہا ہو، تاکہ اس کا نتیجہ کامیابی کی راحت کی صورت میں برآمد ہو یا اس کی مثال اس مریض کی سی ہے جو چند دن اچھے اور مزے دار کھانوں سے پرہیز کی زحمت برداشت کرتا ہے اور انجامِ کار اسے صحت کی نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے دو راستے رکھے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہر انسان کو جاہل ہو یا عالم، بچہ ہو یا بڑا، ایک ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے جس کے ذریعے سے وہ خیر و شر اور اچھے برے میں فرق و امتیاز کر سکتا ہے۔

ہر انسان کا ضمیر نیک کام کر کے راحت محسوس کرتا ہے اور بدی کے ارتکاب سے آزردہ ہوتا ہے، بلکہ یہ ملکہ تو حیوانات تک میں موجود ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کسی بلی کو آپ اپنی خوشی سے گوشت کا ٹکڑا دیتے ہیں تو وہ بڑے اطمینان سے آپ کے سامنے ہی اسے کھانے لگتی ہے لیکن اگر یہی ٹکڑا اس نے چھین کر یا چرا کر لیا ہو، تو اسے لے کر کہیں دور چلی جائے گی اور بڑی تیزی سے اسے کھانے کی کوش کرے گی اور آپ کی طرف دیکھتی بھی جائے گی کہ آپ کا ردعمل کیا ہے، کہیں آپ اس تک پہنچ کر یہ ٹکڑا اس سے چھین نہ لیں۔

کیا اس کے صاف معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ جانتی ہے، گوشت کا وہ ٹکڑا جو آپ نے خود دیا تھا اس پر اس کا حق ہے اور دوسرا جو وہ جھپٹ کر لے گئی ہے ناجائز ہے؟

کیا یہ اس بات کی واضح دلیل نہیں ہے کہ ایک بلی بھی حق و باطل اور حلال و حرام میں فرق محسوس کرتی ہے؟

اسی طرح کتا جب کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اپنے مالک کے قریب آ کر اس کا جسم چھوتا اور پیر چاٹتا ہے۔گویا اس سے اپنے کام کا صلہ مانگ رہا ہے اور جب کوئی غلطی کر گزرتا ہے تو مالک کے قریب بھی نہیں آتا بلکہ دور کھڑا دم ہلاتا رہتا ہے، گویا غلطی پر معذرت خواہ ہے یا سزا کا منتظر ہے۔

قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ [البلد: ١٠]

"کیا (نیکی اور بدی کے) دونوں نمایاں راستے ہم نے انسان کو نہیں دکھا دیئے۔"

اللہ تعالیٰ نے جنت کے راستے پر اپنے داعی اور نقیب کھڑے کر رکھے ہیں جو اس طرف بلاتے ہیں اور اس راہ میں راہنمائی کرتے ہیں۔یہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔اسی طرح دوزخ کے راستے کے داعی اور نقیب شیاطین ہیں جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اس کی ترغیب دیتے ہیں۔نیز اللہ تعالیٰ نے علماء کرام کو انبیاء کا وارث بنایا ہے۔یہ لوگ انبیاء سے وراثت میں مال و دولت نہیں لیتے بلکہ ان کی میراث علم اور دعوت الی الحق ہے۔

علماء میں سے جو افراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے اس دعوت کا حق ادا کرتے ہیں وہ واقعی اس شرف وراثت کے مستحق ہیں۔

دعوت الی الحق کی مشکلات:

یہ دعوت درحقیقت ایک مشکل کام ہے۔انسان کا نفس طبعاً آزادی پسند ہے اور دین اس کی آزادی محدود کر دیتا ہے۔انسان ہر قسم کے لطف و عیش کا دلدادہ ہے لیکن مذہب کی پابندیاں آڑے آ جاتی ہیں اور ایک حد سے آگے بڑھنے سے روکتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص فسق و گناہ کی دعوت دیتا ہے تو یہ دعوت طبعِ انسانی کے موافق ہوتی ہے اور انسان اس کی طرف اس طرح بہتا ہوا اور لپکتا ہوا چلا جاتا ہے جس طرح پانی بلندی سے ڈھلان کی طرف بہتا ہے۔

اگر آپ بلندی پر پانی کے کسی ذخیرے میں سوراخ کریں تو آپ کے دیکھتے دیکھتے پانی اس میں سے بہہ کر نشیب میں جمع ہو جائے گا لیکن اسی پانی کو دوبارہ واپس بلندی پر پہنچانا چاہیں تو ظاہر ہے یہ کام آسانی سے نہ ہوگا، اس کے لیے آپ کو پمپ استعمال کرنا پڑے گا اور کافی محنت اور خرچ سے یہ کام انجام پائے گا۔

پہاڑ کی چوٹی پر اٹکا ہوا پتھر نیچے کی طرف لڑھکانے اور گرانے کے لیے زیادہ زور یا مشقت کی ضرورت نہیں، ذرا چھیڑ دیجیے خود بخود نیچے کی طرف لڑھکتا چلا جائے گا لیکن اگر اسی پتھر کو واپس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچانا چاہیں تو مشقت برداشت کرنا ہوگی۔ یہی مثال انسان پر بھی صادق آتی ہے۔

آپ سے جب ایک بدکردار دوست یہ کہتا ہے کہ آج فلاں جگہ ایک حسینہ کا عریاں رقص ہو رہا ہے تو آپ کی طبیعت فوراً اس طرف مائل ہوگی۔ خواہشاتِ نفسانی ادھر جانے پر اُکسائیں گی، ہزاروں شیطان آپ کو جانے پر مجبور کریں گے اور آپ اس طرح کھنچے چلے جائیں گے کہ آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور آپ رقص گاہ کے دروازے پر پہنچ چکے ہوں گے......!

اب اگر کوئی ناصح یہ چاہے کہ آپ وہاں سے واپس لوٹ جائیں تو آپ کے لیے اس کی نصیحت ماننا، اپنے نفس کا مقابلہ کرنا اور دل کی خواہش کو رد کرنا خاصا مشکل کام ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ برائی کی طرف دعوت دینے والوں کو کوئی خاص زحمت نہیں اٹھانا پڑتی اور انسان شیطان کے دامِ فریب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس بھلائی اور خیر کی طرف بلانے والوں اور نصیحت کرنے والوں کو بڑی مشقت اور تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔

بدی کی طرف بلانے والوں کے پاس ہر وہ سامان موجود ہے جس کی طرف نفس انسانی راغب ہوتا ہے۔ ننگی عورتیں ہیں، بری خواہشات کی تسکین ہے، لذت کام و دہن ہے، فردوسِ

گوش وحشتِ نگاہ ہے، قلب ونظر اور جسم ونفس کے لیے ہر طرح کی لطف اندوزی کا انتظام و اہتمام موجود ہے۔

دوسری طرف خیر کی دعوت دینے والے کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں کہ ......''یہ نہ کرو!''......''وہ نہ کرو......!''

آپ کو ایک جوان لڑکی ایسی حالت میں نظر آتی ہے کہ اس کے مراکزِ حسن جاذبِ نگاہ ہیں، ناصح آپ سے کہے گا اپنی آنکھیں بند کرو اور ادھر نہ دیکھو......!

اسی طرح ایک تاجر صاف دیکھ رہا ہے کہ سودی کاروبار میں بغیر کسی محنت ومشقت کے اسے نفع حاصل ہوسکتا ہے، اس کا جی اس نفع کی خاطر للچائے گا، لیکن داعی الی الخیر کہے گا کہ یہ ناجائز ہے، اس کا لالچ نہ کرو اور متوقع نفع چھوڑ دو۔ یعنی جو مال فوراً حاصل ہو رہا ہے، اسے ہاتھ نہ لگاؤ اور نقصان اٹھالو۔

ایک ملازم اپنے ساتھی کو رشوت لیتے اور ایک منٹ میں چھ ماہ کی تنخواہ کے برابر مال حاصل کرتے دیکھتا ہے، پھر عالمِ تصور میں اسے نظر آتا ہے کہ وہ خوش حال ہوگیا ہے اور مدت سے رکی ہوئی اپنی ضرورتیں بڑی آسانی سے پوری کر رہا ہے۔ اسی حالت میں حضرتِ ناصح آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ایسا نہ کرو اور یہ فوائد جو اس نے حاصل کیے ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جانا۔ ناصح کہتا ہے کہ ان یقینی اور فوراً حاصل ہوسکنے والی لذتوں کی طرف نہ دیکھو تاکہ تمہیں مستقبل کی غیر مرئی لذتیں حاصل ہوں۔ یہ جو کچھ سامنے نظر آ رہا ہے اسے نہ نظر آنے والے اور نہ محسوس ہونے والے فوائد کی خاطر ہاتھ نہ لگاؤ۔ اپنے نفس اور دل کا کہا نہ مانو بلکہ ان کی مخالفت کرو۔

ظاہر ہے یہ سب طبعِ انسانی پر گراں گزرے گا۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ دین اور اس کے احکام گراں اور گراں بار ہیں۔ خود قرآن مجید میں اس کو قولِ ثقیل کہا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا﴾ [المزمل:۵]

''(اے محمدؐ!) ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔''

گناہ میں کشش زیادہ کیوں؟

واقعہ یہ ہے کہ فضیلت اور بلند مرتبہ پر پہنچانے والا ہر عمل نفسِ انسانی پر گراں گزرتا ہے، طالب علم کا ٹیلی ویژن چھوڑ کر کتابیں پڑھنے پر توجہ دینا نفس پر گراں گزرتا ہے۔ایک عالم کا عیش وتفریح کی محفل چھوڑ کر پڑھنے پڑھانے کے کام میں جُت جانا طبیعت کے لیے ناگوار ہے۔صبح کے وقت میٹھی نیند میں مخمور شخص کا آرام دہ بستر چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھنا طبع انسانی پر بوجھ بنتا ہے۔اسی طرح اپنے گھربار اور اہل وعیال کو چھوڑ کر جہاد کے لیے جانا تکلیف دہ کام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو گناہ کی طرف مائل لوگ نیک لوگوں سے زیادہ نظر آئیں گے۔غفلت کے مارے اور گمراہی میں بھٹکے ہوئے افراد کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے، جو اللہ کو یاد کرتے اور سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ بے سوچے سمجھے اور بغیر کسی دلیل کے اکثریت کا اتباع کرنا اکثر انسان کو گمراہ کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ [الانعام:۱۱۶]

''(اے نبیؐ!) اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو گے جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔''

ویسے بھی اگر کسی چیز کا نادر الوجود اور کمیاب ہونا اس کے اعلیٰ وارفع ہونے کی دلیل نہ ہوتی، تو ہیرا کمیاب اور کوئلہ وافر مقدار میں نہ ہوتا نیز جینیئس اور غیر معمولی قابلیت کے افراد اور سربرآوردہ قائدین اقلیت میں نہ ہوتے۔

انبیاء علیہم السلام اور علماء میں سے نیک افراد جو انبیاء کے وارث ہیں، یہ جنت کے راستے

کی طرف بلانے والے ہیں اور شیاطین جن وانس میں سے بدکردار لوگ جو دنیا میں فساد پیدا کرتے ہیں اور ابلیس کے مددگار ہیں، یہ دوزخ کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

علاوہ ازیں خود ہمارے اندر بھی ان دونوں گروہوں کے مددگار اور ساتھی موجود ہیں۔ ہماری داخلی دنیا میں ایک حصہ انبیاء کا طرف دار ہے اور ایک حصہ شیطان کا ہمنوا۔ جو حصہ انبیا کا طرف دار ہے وہ عقل سلیم کی صورت میں موجود ہے۔ اور جو حصہ شیطان کا ساتھی ہے وہ نفسِ اَمّارہ ہے جو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ عقل اور نفس کیا ہیں؟

میں یہ دعویٰ تو نہیں کرسکتا کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے کوئی علیحدہ علیحدہ حد مقرر کی جاسکتی ہے یا کوئی ایسی تعریف یا تعبیر کی جاسکتی ہے جس سے یہ پوری طرح سمجھ میں آجائیں اس لیے کہ یہ چیز ابھی تک علم انسانی کے احاطہ سے باہر ہے اور ہماری نارسائی کے ظلمات میں پوشیدہ ہے، علم ان کے حدود اربعہ کو پوری طرح روشن نہیں کرسکا۔

عقل اور نفس:

ہم میں سے ہر شخص روزانہ کہتا ہے: میں نے اپنے آپ سے یہ کہا: یا مجھے عقل نے یہ مشورہ دیا۔ تو یہ آپ اور آپ کی عقل یا آپ اور آپ کا نفس دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہوئیں، لیکن ہیں کیا؟ ان کی تعیین وتبیین کیا ہے، یہ بات بھی واضح نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اس وقت میں بھی آپ کے سامنے ایک نامعلوم چیز کو اس طرح پیش نہیں کرسکتا کہ وہ پوری کی پوری آپ کو نظر آجائے۔ البتہ ایک مثال سے میں اسے واضح کرنے کی کوشش کرتا ہوں:

جاڑے کا موسم ہے، آپ نرم وگرم بستر میں میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہیں، اچانک اذان کی آواز آتی ہے اور آپ کو نماز کے لیے اٹھنے کی دعوت دیتی ہے۔ کیا اس موقع پر آپ اپنے اندر کسی کو یہ کہتے ہوئے محسوس نہیں کرتے کہ ''اٹھو نماز کے لیے جاؤ!''

اور جب آپ اٹھنا چاہیں گے تو ایک دوسری آواز یہ کہتی ہوئی محسوس ہوگی کہ

''تھوڑی دیر اور سولو!''

پھر پہلی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دے گی:

''نماز نیند سے بہتر ہے۔''

مگر اچانک دوسری آواز آئے گی:

''نیند بڑی مزیدار ہے، ابھی تو بہت وقت باقی ہے، چند منٹ اور لیٹے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔''

اس طرح یہ دونوں آوازیں یا خیال یکے بعد دیگرے اسی طرح آتے رہیں گے☆ جس طرح گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دیتی ہے سوجا۔ اٹھ جا۔ سوجا۔ اٹھ جا۔ ظاہر ہے جو آواز اٹھنے کا مشورہ دیتی ہے، وہ عقل ہے اور دوسری جو سونے کی طرف مائل کرتی ہے، وہ نفس ہے☆۔

یہ ایک مثال ہے جو بے شمار مواقع پر اور ہزاروں صورتوں میں پیش آتی رہتی ہے، جب بھی ناجائز حظ ولذت کا کوئی موقع کسی شخص کے سامنے آتا ہے، نفس اس شخص کو اس پر ٹوٹ پڑنے پر آمادہ کرتا ہے اور اگر اس میں ایمان کی رمق موجود ہے تو عقل اس سے باز رہنے کا مشورہ دیتی ہے اور جتنا ایمان مضبوط ہوتا ہے اتنی ہی عقل کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عقل ہمیشہ کامیاب ہوجاتی ہے اور یہ کہ کوئی مسلمان کبھی گناہ کے قریب نہیں جاتا۔ اسلام ایک حقیقت پسند اور فطری دین ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق محض اپنی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا فرمائی ہے اور وہ فرشتے

☆......[یہ کیفیت ہر وہ شخص محسوس کرتا ہے جو کسی گڑھے یا نہر کے کنارے سے کود نا چاہتا ہو اور جسے پار کر جانے کی امید کے ساتھ گر پڑنے کا خوف بھی لاحق ہو۔ ایسی حالت میں اس کو اپنے اندر دو متضاد آوازیں پے در پے سنائی دیں گی۔ ایک کہے گی کود جا اور دوسری کہے گی رک جا۔ اب اگر یہ کود جا کی آواز پر بغیر تردد کے کود جاتا ہے تو کامیاب ہوجائے گا اور اگر متردد ہوگیا اور رک جا کی آواز آ گئی اور پھر کودا تو یقیناً گر جائے گا۔ یہ ایک عام تجربہ کی بات ہے (طنطاویؒ)]

☆......[عقل اور نفس کی یہ تقسیم محل نظر ہے، ہمارے خیال میں نفس سے مراد بھی دل ہے جس میں ہر طرح کے خیالات یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں، مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب: ''انسان اور شیطان'' [ص ۵۵ تا ۶۵] کا مطالعہ فرمائیے۔ (مؤلف)]

ہیں جبکہ انسان کو فرشتہ نہیں بنایا گیا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق گناہ اور سرکشی کے لیے پیدا کی ہے ۔وہ شیاطین ہیں اور ہم انسانوں کو اس نے شیطان بھی نہیں بنایا۔پھر اس نے ایک مخلوق ایسی پیدا کی ہے جسے عقل نہیں دی گئی بلکہ صرف جبلت عطا کی گئی ہے ،نہ ان پر فرائض عائد ہوتے ہیں،نہ ان سے جواب طلبی ہوگی۔یہ حیوانات ہیں۔اور ہم انسانوں کو اس نے حیوانِ مطلق بھی نہیں بنایا۔پھر ہم انسان کیا ہیں؟ آیئے معلوم کرتے ہیں:

انسان کی حقیقت:

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو تمام مخلوقات سے ممتاز و منفرد ہے ۔اس میں کسی حد تک فرشتوں کے اوصاف ہیں اور کسی حد تک شیطان کی شیطنت ہے۔اسی طرح حیوانات کی حیوانیت اور وحشت و بہیمیت کا بھی کچھ حصہ اس کے مرکب میں شامل ہے۔

اگر انسان عبادت و ریاضت میں مشغول رہے اور خشوع و خضوع سے اپنے رب کے ساتھ لو لگا لے اور اس کا دل نفسانی غلاظتوں سے اتنا پاک ہو جائے کہ اس میں حسن مطلق کا جلوہ منعکس ہونے لگے اور یہ ایمان کی مٹھاس چکھ لے تو ایسی حالت میں اس پر ملکی صفات غالب آ جاتی ہیں اور یہ فرشتوں کے مشابہہ ہو جاتا ہے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کبھی اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے،اسے وہ فوراً بجالاتے ہیں۔

اور اگر انسان کی شہوتِ نفسانی میں ہیجان آ جائے اور اس پر جنسی جذبات کا غلبہ ہو جس کی وجہ سے اس کا خون کھولنے لگے،رگوں میں پارہ دوڑنے لگے اور ذہن میں آرزوؤں اور خواہشات کا طوفان امنڈ آئے تو یہ ہر حرام کام کرنے پر راغب ہو جائے گا،ہر ناپاک چیز اسے لطیف و نظیف نظر آئے گی۔عجیب و غریب غیر طبعی اور غیر فطری منصوبے سوچے گا۔اس صورت میں اس پر شیطانی کیفیت غالب آ جائے گی۔اور اگر اس کا غصہ بھڑک اٹھے،اعصاب تن جائیں،خون میں جوش آ جائے ،جسم کے عضلات اکڑ جائیں اور اس کی آرزو اس وقت صرف یہ رہ جائے کہ اپنے دشمن کو دبوچ کر چیر پھاڑ ڈالے ،اسے دانتوں سے

کاٹے اور ناخنوں سے نوچے کھسوٹے،اس کی گردن میں اپنی انگلیاں پیوست کر کے گلا گھونٹ دے اوراچھی طرح روندے کچلے تو ایسی حالت میں اس پر وحشت اور حیوانیت کی صفت غالب آ چکی ہوگی اس میں اور چیتے وتیندوے میں کچھ زیادہ فرق نہ رہ جائے گا۔

یا اگر بھوک اور پیاس کی شدت سے تنگ آ کر اس کی خواہش اور آرزو صرف یہ رہ جائے کہ ایک روٹی مل جائے جس سے وہ اپنا پیٹ بھر سکے یا پانی کا ایک گلاس مل جائے جس سے اپنی پیاس بجھالے تو ایسی صورت میں اس پر جانوروں کی کیفیت غالب ہوگی اور وہ گھوڑے بکری یا کسی بھی اور جانور کی مانند ہو جائے گا۔یہ ہے انسان کی حقیت۔

خیر وشر کی پہچان کی صلاحیت:

ہر انسان میں خیر کی صلاحیت بھی ہے اور شر کی استعداد بھی۔اللہ تعالٰی نے اس کو دونوں جہتیں عطا فرمائی ہیں اوراس کے ساتھ اسے عقل بھی دی ہے،جس کے ذریعے سے یہ خیر وشر میں فرق وتمیز کرتا ہے اور قوت ارادہ بھی عطا فرمائی ہے جس کی مدد سے یہ دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر قدرت حاصل کرتا ہے۔

خیر و بھلائی کا حصول کیسے ممکن ہے؟

اب اگر انسان اپنی عقل کا بہتر استعمال کرتا ہے اور اپنے ارادے کو درست طور پر برتتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کی نیکی اور بھلائی کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اوراس کے اخلاق حسنہ کی تکمیل ہو جاتی ہے تو یہ آخرت میں خوش بخت ہوگا اور جنت میں جائے گا۔اور اگر اس کے برعکس کیفیت ہے تو یہ بد بخت ہوگا اور عذاب پائے گا۔یہ بالکل درست ہے کہ انسانی طبیعت آزادی پسند واقع ہوئی ہے اور مذہب اس پر پابندیاں عاید کرتا ہے،لیکن اگر یہ پابندی نہ ہوتی اور انسان کو اس کی طبع آزاد کے مطابق کھل کھیلنے اور ہر برا کام کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو یہ ایسے ایسے کارنامے انجام دیتا کہ انسانی معاشرہ ایک بہت بڑا پاگل خانہ بن کر رہ جاتا!

اس لیے کہ بے لگام آزادی تو صرف دیوانوں،اور پاگلوں کے لیے ہوتی ہے،ان میں سے اگر کسی کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ ہر وہ کام کر گزرے جو اس کا دل چاہے، بازاروں میں ننگا پھرے یا کسی بس ڈرائیور کے کندھوں پر سوار ہو جائے۔ اگر اس کو آپ کا لباس پسند آ گیا تو وہ آپ کا لباس اتروا لے گا۔ یا اگر کسی کی لڑکی پسند آ گئی تو وہ مذہب کا بتایا ہوا قانونی طریقہ اختیار کیے بغیر چھیننے کی کوشش کرے گا۔ معلوم ہوا کہ پابندی کے بغیر آزادی صرف دیوانے کی آزادی ہے جس کے پاس عقل ہے اسے عقل ایسی آزادی سے روکتی ہے۔ عقل بھی تو ایک قید ہے۔ لفظ عقل عقال سے بنا ہے جس سے مراد وہ رسی ہے جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے۔ اسی طرح لفظ "حکمت" حکمة الدابة (چوپائے کو لگام دینا) سے مشتق ہے۔ یہ بھی بندش کے معنی میں ہے۔

اور تہذیب کیا ہے؟ یہ بھی تو پابندی ہے۔ تہذیب آپ کو جو جی چاہے کرنے کی اجازت نہیں دیتی، بلکہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کو ضروری قرار دیتی ہے اور مروج طور طریقوں کے مطابق چلن اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

اسی طرح عدل بھی پابندی ہے۔ یہ بھی آپ کی آزادی کی ایک حد مقرر کرتا ہے۔ یعنی وہ مقام جہاں سے آپ کے ہمسایہ کی آزادی شروع ہوتی ہے۔

گناہ میں مزہ کیوں آتا ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ گناہ کسی قسم کا ہو انسان کو پر لطف معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ نفسِ انسانی کے مزاج یعنی اس کی آزادروی سے مطابقت رکھتا ہے۔ آپ دوسرے کی غیبت سننے اور غیبت میں شرکت کو دلچسپ محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ اس شخص سے جس کی برائی کی جا رہی ہے، بہتر اور افضل ہیں۔

چوری میں مزا ملتا ہے، اس لیے کہ اس ذریعے سے انسان کو بغیر محنت ومشقت کے مال مل جاتا ہے۔ زنا میں لذت ہے، اس لیے کہ اس میں انسان کی نفسانی خواہشات پورا ہونے

کاسامان ہے۔امتحان میں ناجائز ذرائع کا استعمال بھلالگتا ہے،اس لیے کہ اس طرح محنت کے بغیر کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔اسی طرح ذمہ داریوں سے گریز اورفرائضِ منصبی ادانہ کرنا بھی انسان کو بہت مرغوب ہے۔ اس لیے کہ اس طرح آرام ملتا ہے اورکام نہیں کرنا پڑتا۔لیکن اگرانسان غوروفکر سے کام لےتو وہ باآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ وقتی آزادی جہنم کی طویل قید کے مقابلہ میں بہت حقیر وسیر ہے اور یہ ناجائز لذتیں آخرت میں ملنے والے شدید عذاب کی قیمت پر بالکل بے حقیقت ہیں۔

دائمی اورعارضی لذتوں کافرق:

ذرااس مثال پرغور کیجیے کہ اگرکسی شخص سے باقاعدہ قانونی دستاویز پرصرف ایک سال کے لیے یہ معاہدہ طے کیا جائے کہ......

"ایک سال تک جتنامال وہ چاہے اسے ملتارہے گا،جس شہر کے جس عالی شان محل میں رہناچاہے وہ رہ سکے گا،جس عورت کو پسند کرے اس سے اس کی شادی کردی جائے گی،بلکہ دوتین چارجتنی عورتوں سے چاہے حتیٰ کہ اگروہ روزانہ ایک کوطلاق دے کردوسری سے بیاہ رچاناچاہےتواسے اس کی بھی اجازت ہوگی۔اس کے علاوہ بھی وہ جوچیز مانگے گااسے ملے گی۔لیکن اس کے بدلے میں ایک سال کے بعد اسے پھانسی پرلٹکادیاجائے گا۔"

کیاوہ اس معاہدے کے لیے تیار ہوجائے گا؟کیاوہ یہ نہ کہے گاکہ میں ایک سال کے اس لطف وعیش پرجس کاانجام یقینی موت ہے،لعنت بھیجتاہوں؟کیاوہ اس موقع پرعالم تصور میں خودکوسولی پرلٹکاہوانہ دیکھے گا؟اورمحسوس نہ کرے گاکہ اس کی موت واقع ہوگئی ہے؟ اوراب اس کے لیے کچھ باقی نہیں رہا۔پھر یہ سولی کی تکلیف توصرف چندسیکنڈ کے لیے ہے مگرآخرت کاعذاب تونہ ختم ہونے والے زمانوں پرمحیط ہے۔

ہم میں سے کوئی شخص ایسانہ ہوگاجس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ نہ کیاہواوراس کی

لذت کومحسوس نہ کیا ہو۔کم از کم یہ تو ضرور ہوا ہوگا کہ اس نے ایک آدھ بار صبح کی نماز کے لیے جانے کے مقابلے میں بستر کے لطف وراحت کو ترجیح دی ہوگی! آپ بتائیں کہ وہ لذت کہاں گئی جو آج سے دس سال پہلے کسی گناہ میں ہم نے محسوس کی تھی؟ اس میں سے آج کیا باقی ہے؟!

اسی طرح کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس نے کبھی نہ کبھی کسی فرض کی بجا آوری کے لیے خود کو مجبور نہ کیا ہو اور اس سلسلے میں تکلیف نہ اٹھائی ہو۔کم از کم رمضان میں روزے کی وجہ سے بھوک اور پیاس کی تکلیف تو ضرور محسوس کی ہوگی۔اب غور طلب بات یہ ہے کہ آج ہمارے احساس میں دس سال پہلے کے رمضان میں برداشت کی ہوئی بھوک یا پیاس کی تکلیف کا کتنا حصّہ باقی ہے؟ ظاہر ہے کچھ بھی نہیں، وقت گیا بات گئی......!

اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو گناہ کیے تھے ان کی لذت تو ختم ہوگئی لیکن آخرت میں ان کا عذاب باقی رہا۔اس کے برعکس جو نیکی یا عبادت کی تھی اس کی مشقت اور تکلیف تو ختم ہوگئی لیکن اخروری زندگی کے لیے اس کا ثواب باقی ہے۔

اور مرتے وقت، ظاہر ہے اس وقت ہمارے پاس نہ وہ لذتیں ہوں گی جو ہم نے زندگی میں گناہ کر کے چکھی تھیں۔اور نہ وہ مشقتیں ہوں گی جو عبادت یا اطاعت خداوندی کی وجہ سے برداشت کی تھیں، دونوں کیفیتیں ختم ہو جائیں گی لیکن ان کے نتائج گناہ یا ثواب کی شکل میں باقی رہیں گے۔

توبہ کا بہانہ اور ناکامی:

ہر ایمان دار شخص چاہتا ہے کہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے لو لگا لے، لیکن اکثر وہ اس کام کو ٹالتا اور کل پر ڈالتا رہتا ہے۔

میں خود پہلے یہ سوچا کرتا تھا کہ جب حج کروں گا تو سارے گناہوں سے توبہ کرلوں گا اور اللہ کی طرف دھیان رکھوں گا۔پھر میں نے دیکھا کہ میں نے حج بھی کرلیا ہے لیکن خود سے

کیاہواتوبہ کاوعدہ پورا نہ کرسکا۔اس کے بعد میں دل کو یہ کہہ کرتسلی دیتا رہا کہ جب چالیس سال کا ہوجاؤں گاتو ہر برائی سے توبہ کرلوں گا۔پھر چالیس سال کا ہوگیالیکن وہی حال رہا،اور توبہ نہ کرسکا۔پھرمیری عمرساٹھ سال سے بھی زیادہ ہوگئی لیکن حالت وہی رہی،توبہ نصیب نہ ہوئی۔یہاں تک کہ اب بوڑھاہوگیاہوں مگرتوبہ کی توفیق ابھی میسرنہیں آئی۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں بدکارہوں اور ہرحرام اورفحش کام کرتاہوں۔بحمداللہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

بلکہ میرامقصد یہ ہے کہ انسان اپنے نیک بن جانے کی خواہش اورآرزوتورکھتاہے لیکن ٹالتارہتاہے اوراس انداز میں سوچتاہے کہ موت میں ابھی بہت مہلت باقی ہے اورکافی عمر پڑی ہے،پھردیکھاجائے گا۔

میں نے خوددومرتبہ موت کوبہت قریب سے دیکھاہے۔اس وقت مجھے یہ شدید احساس ہواکہ میں نے اپنی زندگی میں وقت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایااورزندگی کے ان لمحات پرجواطاعت وعبادت کے بغیرگزرے سخت ندامت محسوس ہوئی۔اللہ کی قسم! یہ حقیقت ہے جومیں بیان کررہاہوں۔

پھرجب میں موت کے منہ سے بچ گیاتوچنددنوں تک یہ کیفیت برقراررہی اورمیں نیک اورٹھیک رہا۔اس کے بعد پھرزندگی کی فریب کاریوں میں کھوگیااورموت کوبھول گیا!

موت ایک اٹل حقیقت:

ہم میں سے ہرشخص موت کوبھول جاتاہے۔ہم روزانہ مرنے والوں کواپنے سامنے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں مگرکبھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایک دن ہم بھی مرجائیں گے،حتیٰ کہ لوگوں کے نمازِجنازہ میں شریک ہوتے ہیں تب بھی دنیاکے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں۔ہرشخص کچھ اسی انداز سے سوچتاہے کہ باقی سب تومرجائیں گے مگر وہ خودنہیں مرے گا،حالانکہ انسان خوب جانتاہے کہ ایک دن دنیااس سے منہ موڑ جائے گی اوروہ یہاں سے چلاجائے گا۔انسان کتنی ہی مدت کیوں نہ زندہ رہے ایک نہ ایک دن اسے مرناہے۔ساٹھ

سال، ستر سال، سو سال، آخر زیادہ سے زیادہ وہ کتنا عرصہ زندہ رہ سکتا ہے؟ پھر کیا یہ مدت ختم نہ ہوگی؟

کیا یہ بات ہم اچھی طرح نہیں جانتے کہ جو لوگ سو سال زندہ رہے وہ بھی بالآخر مر گئے؟ حضرت نوحؑ نو سو پچاس سال اپنی قوم میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ آج حضرت نوحؑ کہاں ہیں؟ کیا وہ اس دنیا میں باقی رہ گئے؟ کیا انہیں موت سے ہمکنار نہ ہونا پڑا؟

آخرت کی تیاری:

پھر جب موت اتنی ہی اٹل ہے کہ اس سے کوئی نہیں بچ سکتا تو پھر ہم موت کے بارے میں کیوں فکرمند نہیں ہوتے؟ اور اس کے لیے تیاری کیوں نہیں کرتے؟ اگر کسی شخص کو ایسا سفر درپیش ہو جس پر روانہ ہونے کا وقت اسے معلوم نہ ہو، تو کیا وہ اس کے لیے ہر وقت تیار ہو کر نہ رہے گا تاکہ روانگی کی اطلاع ملتے ہی چل پڑے؟

گزشتہ موسم سرما میں جب میں عمان میں تھا، میں نے خود یہ واقعہ دیکھا کہ اردن کے جن اساتذہ نے سعودی حکومت سے ملازمت کا معاہدہ کیا تھا انہیں حکومت نے مطلع کر دیا کہ طیارے جب ان کو لینے آئیں گے تو بلاتوقف لے کر چل پڑیں گے۔ اس لیے انہیں ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

اب ہوا یہ کہ جن لوگوں نے اپنے سفر کے کاغذات مکمل کرا لیے تھے، سامان باندھ کر تیار رکھا تھا اور اپنے عزیز و اقارب سے مل ملا کر کیل کانٹے سے لیس تھے، وہ تو جس وقت انہیں بلایا گیا فوراً ائیرپورٹ پہنچ گئے اور جنہوں نے سستی دکھائی اور وقت ٹالتے رہے انہیں جب بلایا گیا تو وہ کہنے لگے ہمیں کچھ مدت چاہیے تاکہ بازار سے سامان خرید سکیں۔ گاؤں جا کر بال بچوں سے مل سکیں اور حکومت سے پاسپورٹ وغیرہ تیار کرا سکیں۔ ایسے لوگوں کو کوئی مہلت نہ دی گئی اور طیارے انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

لیکن ملک الموت جب آئے گا تو وہ چھوڑ کر بھی نہ جائے گا، بلکہ بزور پکڑ کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔ آپ کتنا ہی انکار کریں بلکہ ایک گھنٹہ، ایک منٹ اور ایک لمحے کی بھی وہ مہلت نہیں دے گا، کیونکہ وہ مہلت دے ہی نہیں سکتا، یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے اور ہم میں سے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ ملک الموت کب آ کر اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔

اور یہ موت کیا ہے؟ اس کی حقیت کیا ہے؟ آیئے دیکھتے ہیں:

انسانی زندگی مختلف مراحل پر منقسم ہے، ایک مرحلہ تھا جب وہ ماں کے پیٹ میں بحالتِ جنین تھا۔ پھر ایک مرحلہ آیا جب اس نے محسوس کیا کہ وہ اس دنیا میں ہے۔ پھر ایک مرحلہ آئے گا۔ جب یہی انسان اپنی موت کے وقت سے قیامت تک کے لیے دنیا اور آخرت کے درمیانی پڑاؤ ''برزخ'' میں رہے گا اور آخری مرحلہ جو اَبدی اور غیر فانی ہے اور جہاں کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، آخرت کا مرحلہ ہے۔ اور ہر مرحلے کی اپنے سے پہلے مرحلے کے مقابلے میں وہی حیثیت ہے جو اس کے بعد کے مرحلے کی خود اس کے مقابلے میں۔

یہ دنیا تنگ نائے شکم مادر کے مقابلے میں اتنی ہی وسیع ہے جتنا برزخ اس دنیا کے مقابلے میں۔

بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو وہ اسی کو اپنی دنیا خیال کرتا ہے اور اگر وہ سوچ سمجھ سکے اور سوال و جواب کے قابل ہو تو کہے گا کہ اس کا یہاں سے نکلنا موت ہے۔ یقینی موت!

اگر پیٹ میں بیک وقت دو توام بچے ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے باہر آ جائے اور دوسرا بچہ جو اس کے ساتھ ہے اسے باہر جاتے اور خود سے جدا ہوتے دیکھے تو یقیناً وہ سمجھے گا کہ اس کا ساتھی مر گیا اور کہیں دفن ہو گیا۔ بچہ اگر آنول کو کوڑے میں پڑا دیکھے تو یہی خیال کرے گا کہ یہ اس کے بھائی کی لاش ہے اور اسے دیکھ کر اسی طرح روئے گا جس طرح کوئی ماں اپنے لخت جگر کو قبر میں اتارتے وقت دیکھ کر روتی ہے، کیونکہ وہ پہلے اسے گرد و غبار سے بھی بچایا کرتی تھی۔

اس بے چاری کو یہ معلوم نہیں کہ بچے کا یہ مردہ جسم بھیا نول کی مانند ہے۔
یہ انسانی جسم دراصل ایک قمیص کی مانند ہے جو میلی، گندی اور بوسیدہ ہو جائے تو بیکار ہو جانے کی وجہ سے اسے اتار کر پھینک دیا جاتا ہے۔
یہی دراصل جسم کی موت ہے جو درحقیقت نئے جنم کے مترادف ہے۔ یہ زندگی کے ایک مرحلے سے نکل کر ایک نئے اور آرام دہ مرحلہ میں داخل ہوتا ہے۔ یہ دنیا ایک گزرگاہ ہے۔ یہاں ہماری زندگی کسی مہاجر یا مسافر کی سی زندگی ہے، جیسے کوئی شخص امریکہ جانے کے لیے اثناءِ راہ کئی ممالک سے گزرتا ہے۔ یہ مسافر جہاز میں اپنے لیے بہترین کمرے کا انتخاب ضرور کرتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے کمرے میں ہر طرح کا آرام ملے، لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنا سرمایہ کمرے کے نئے فرش بنوانے اور اس کی دیواروں کی آرائش وزیبائش پر خرچ کردے کہ اس کی جمع پونجی اسی میں صرف ہو جائے اور جب امریکہ پہنچے تو قلاش ہو۔
وہ یقیناً یہ سوچے گا کہ اس کمرے میں میرا قیام زیادہ سے زیادہ چند ہفتے ہے اس لیے اس میں قیام کے دوران جو کچھ میسر آئے اسی پر قناعت کرنا اور وقت گزارنا چاہیے اور اپنا سرمایہ محفوظ رکھنا چاہیے تا کہ امریکہ جا کر جو گھر لیا جائے اس کا انتظام وانصرام بہتر طور پر کیا جاسکے کیونکہ وہاں مجھے مستقل قیام کرنا ہے۔

دنیا اور آخرت کی مثال:

دنیا اور آخرت کی مثال کو اس واقعہ سے سمجھنے کی کوشش کیجیے:
آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے امریکہ نے اپنے ایٹمی تجربے کے لیے بحرالکاہل کے ایک جزیرے میں جس میں چند سو ماہی گیروں کی بستیاں تھیں، یہ اعلان کرایا کہ جزیرے کے باشندے یہ جزیرہ خالی کردیں اور اس کے بدلے میں انہیں جس ملک میں وہ چاہیں ایک آراستہ گھر دیا جائے گا، بشرطیکہ وہ جزیرہ خالی کرنے اور اپنا سامان وہاں سے اٹھالے جانے

کی اطلاع فلاں تاریخ تک دے دیں۔اس مقصد کے لیے ایک تاریخ مقرر کردی گئی تھی اور یہ بھی بتادیا گیا تھا کہ مقررہ تاریخ کے بعد طیارے آئیں گے اور لوگوں کو نکال کر لے جائیں گے۔

اہل جزیرہ میں سے کچھ لوگوں نے تو جزیرہ چھوڑ دینے کا اعلان کر دیا اور مقررہ تاریخ سے پہلے اپنا سب کچھ سمیٹ لیا اور کچھ نے سستی دکھائی، جانے کے خیال کو ٹالتے رہے یہاں تک کہ مقررہ تاریخ قریب آ گئی اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہیں اس بات پر یقین ہی نہ آیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے ،دنیا میں امریکہ نام کا کوئی ملک موجود ہی نہیں اور دنیا صرف ہمارے اس جزیرے ہی کا نام ہے اور ہم اس کو چھوڑ کر ہرگز نہ جائیں گے۔وہ یہ بات بھول گئے کہ یہ جزیرہ عنقریب تباہ ہو جائے گا اور اس کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

یہی مثال دنیا کی ہے۔

پہلا گروہ مومنوں کی مانند ہے جو ہمیشہ آخرت کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔توبہ اور عبادت کے ذریعے اپنے رب سے ملنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔دوسری مثال ان مومنوں کی ہے جو کوتاہیاں اور گناہ کرتے رہتے ہیں اور تیسرا گروہ ان مادہ پرست کافروں کی مانند ہے جو سمجھتے ہیں کہ زندگی بس یہ دنیوی زندگی ہے۔اس کے بعد کچھ نہیں اور موت نہ ختم ہونے والی نیند ہے جس کے بعد سب کچھ فنا ہو جائے گا اور تمام مصیبتوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔

اسلامی طرز زندگی:

اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ اسلام مسلمان سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ دنیا چھوڑ دے اور مسجد میں جا رہے اور پھر وہاں سے نہ نکلے۔

نہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کسی غار میں جا بیٹھے اور پوری زندگی وہیں گزار دے۔ قطعاً نہیں۔ بلکہ اسلام کا مطالبہ تو مسلمانوں سے یہ ہے کہ ان کی تہذیبی قدریں اتنی اعلیٰ وارفع

ہوں کہ وہ دنیا کی سب مہذب اقوام سے آگے بڑھ جائیں اور مال ودولت کے اعتبار سے سب مال داروں پر سبقت لے جائیں اور علم کے تمام شعبوں میں اتنی ترقی کریں کہ دنیا کے تمام عالموں کو پیچھے چھوڑ جائیں۔

اس کے علاوہ اسلام مسلمان کے لیے ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے جسم کے حقوق کی نگہداشت کرے۔غذا اور ورزش کے ذریعے سے اسے بہتر بنائے۔نیز اپنے اہل وعیال کا حق ادا کرے،ان کا ہر طرح خیال رکھے اور ان سے اچھا برتاؤ کرے۔بیٹے کا حق اس طرح ادا کرے کہ اسے اعلیٰ تعلیم وتربیت دلائے۔اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔

معاشرے کا حق اس طرح ادا کرے کہ اس میں جس خیر وصلاح کی کمی محسوس کرے، اسے اپنے حسن عمل سے پورا کرے۔اللہ تعالیٰ کا حق اس طرح ادا کرے کہ اسے یکتا معبود مانے اور اس کی عبادت واطاعت کرے۔

مسلمان مال جمع کرے لیکن جائز طریقے سے ۔ حلال اور پاک چیزوں سے لطف اندوز ہو۔اور دنیا میں بہترین دنیاداروں کی سی زندگی گزارے۔بشرطیکہ توحید میں فرق نہ آئے اور اس کا ایمان شرک جلی یا شرک خفی کی آمیزش سے پاک رہے۔ پکا مسلمان بن کر حرام چیزوں سے بچے اور اپنے دینی فرائض وواجبات ادا کرے۔مال ودولت اس کے پاس ہو لیکن دل ودماغ پر مسلط نہ ہو اور نہ ہی وہ اس مال ودولت پر بھروسہ کر بیٹھے۔بلکہ مسلمان کا حقیقی اعتماد اور بھروسہ اپنے رب پر ہوتا ہے اور اسی کی رضا مسلمان کی رضا اور انتہائے مقصود ہوتی ہے۔



باب ا:

نیکی کی حقیقت

نیکی اور گناہ:

نیکی اور گناہ کی حقیقت اگر مختصر ہوتو دو جملوں میں اس کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ کا حکم ماننا 'نیکی' اور حکم نہ ماننا 'گناہ' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی زندگی میں ہمیں کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ کاموں سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ان میں بہت سے کام بظاہر مشکل اور بڑے محنت طلب معلوم ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع کردہ کاموں میں بہت سے کام بظاہر اچھے، آسان اور نفع مند معلوم ہوتے ہیں۔ جب انسان اس پہلو سے سوچتا ہے تو اس کے ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس سوال کے جواب سے پہلے ہمیں اس بات پر پورا ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں بلکہ انتہائی رحمدل، حکیم و دانا اور عادل و منصف ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کے لیے اتنی رحم دل نہیں ہوسکتی جتنا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ ہوتے ہیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ ظالم نہیں!

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے جن میں ایک عورت بھی تھی جس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا اور وہ (اپنے بچے کی تلاش میں اِدھر اُدھر) دوڑ رہی تھی۔ جب اسے قیدیوں میں کوئی بچہ ملتا ہے تو وہ جلدی سے اسے پیٹ سے لگاتی اور دودھ پلانا شروع کردیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا:

کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟

ہم نے عرض کیا نہیں، جب تک اس میں قدرت ہوگی یہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینکے گی،تو آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہوسکتی ہے ،اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربانی کرنے والا ہے۔"[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق، بالخصوص انسانوں پر بہت زیادہ مہربان ہیں اور جس طرح ایک ماں اپنے بچے کو ایسا کوئی کام نہیں کرنے دیتی جس سے اسے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو ایسے ہر کام سے منع کرتے ہیں جو ان کے لیے انفرادی یا اجتماعی طور پر باعثِ ضرر ہو۔ اور اس کے مقابلہ میں ان کاموں کے کرنے کا حکم دیتے ہیں جو ہم انسانوں کے لیے دنیوی واُخروی اعتبار سے مفید ہوں۔ گویا اللہ تعالیٰ کا ہر حکم عدل وانصاف پر مبنی ہے کیونکہ وہ ظلم کے عیب سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾[الحج:۷۸]

"اور اس (اللہ) نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی پیدا نہیں کی۔"

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ [البقرة:۱۸۵]

"اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں، تمہیں تنگی میں مبتلا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔"

اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا نیکی اور حکم نہ ماننا گناہ ہے:

اللہ کا حکم ماننے کا معنی یہ ہے کہ جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے انہیں پوری کوشش کے ساتھ بجالایا جائے اور جن کاموں سے بچنے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے، حتی الامکان ان سے بچا اور دور رہا جائے لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کا مرتکب بنتا ہے۔

---

(۱) [بخاری: کتاب الادب: باب رحمة الولد وتقبیله (ح۵۹۹۹) مسلم: کتاب التوبة (ح۲۷۵٤)]

یہاں یہ بات واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام ہمیشہ انبیاء ورسل کے ذریعے لوگوں تک پہنچائے ہیں اور لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ نبیوں اور رسولوں کی اطاعت کریں کیونکہ ان کی اطاعت خود اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے اس لیے کہ جو حکم یہ انبیاء دیتے ہیں وہ پیچھے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ اور اس کے رسولوں کی اطاعت کا حکم یکجا بیان ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ اپنے نبیوں اور رسولوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ ان انبیاء کی فرمانبرداری واطاعت گزاری کو معیارِ نجات بھی قرار دیا ہے۔اور ان لوگوں کا تذکرہ نہایت مستحسن انداز سے کیا ہے جو اللہ کی اطاعت کرنے اور اس کا ہر حکم بجالانے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں جب کہ ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کی مذمت اور سرزنش کی ہے جو اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کرتے ہیں اور ایسے ہی نافرمانوں اور سرکشوں کے لیے جہنم کی وعید بیان کی ہے۔آئندہ سطور میں اس سلسلہ کی چند آیات درج کی جاتی ہیں:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خٰلِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾[النسآء:۱۳،۱٤]

”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا،اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔وہ ہمیشہ ان باغات میں رہے گا،اور یہی عظیم کامیابی ہے۔اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدوں کو پھلانگے گا،اسے اللہ تعالیٰ ایسی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔“

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾[الاحزاب:۷۱]

''اور جوکوئی اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرے گاوہ بہت بڑی کامیابی کو پالے گا۔''

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾[آل عمران:١٣٢]

''اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَادُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ [النور:٥١،٥٢]

''ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اوراس کا رسول ان میں فیصلہ کردے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:٣٦]

''اور جوکوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی واضح گمراہی میں مبتلا ہوگا۔''

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ [الجن:٢٣]

''اور جوکوئی اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، یقیناً اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔''

اللہ کا حکم کیوں مانا جائے؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا حکم کیوں مانا جائے؟ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نیکی کیوں کی جائے؟ اور کوئی شخص اگر نیکی کا کام نہیں کرتا یا اللہ کا حکم نہیں مانتا تو اسے قیامت کے روز جہنم کی آگ میں کیوں داخل کیا جائے گا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ہمیں دنیا میں جو کچھ حاصل ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ہمیں موت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی

ہے۔مصیبت، تنگی بھی اللہ کے حکم سے پہنچتی ہے،اور خوشحالی، مال ودولت کی فراوانی بھی اسی کے اذن سے ہوتی ہے۔گویاہمارااصل مالک اللہ ہی ہے اور مالک ہونے کی وجہ سے وہ یہ حق رکھتاہے کہ ہم اس کاحکم مانیں۔اگرہم اس کاحکم مانیں گے تووہ ہم سے خوش ہوگا۔ دنیااورآخرت میں ہمارے ساتھ بہترسلوک کرے گا۔اوراگرہم اس کاحکم نہیں مانیں گے تووہ ناراض ہوگااوراس کے ناراض ہونے میں ہماراہی نقصان ہے،خود اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾[الاسراء:۷]

''اگرتم نے اچھے کام کیےتو خوداپنے ہی فائدہ کے لیے(کروگے)اوراگرتم نے برائیاں کیں توبھی اپنے ہی لیے(نقصان کروگے)۔''

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾ [حم السجدة:٤٦]

''جوشخص نیک کام کرے گاوہ اپنے نفع کے لیے(کرے گا) اور جو براکام کرے گااس کاوبال بھی اسی پر ہے۔اورآپ کارب بندوں پرظلم کرنے والانہیں ہے۔''

﴿مَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾[الاسراء۔۱۵]

''جوراہ راست حاصل کرلے وہ خوداپنی ہی بہتری کے لیے راہ راست پاتاہے۔ اور جو بھٹک جائے اس کابوجھ اسی کے اوپر ہے۔اورکوئی بوجھ اٹھانے والا(قیامت کے روز)کسی دوسرے کابوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

......☆......

اللہ کا حکم کیا ہے؟

[نیکی کے کاموں کی تفصیل]

اللہ کا حکم معلوم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس پر عمل کر کے اللہ کو راضی کر سکیں۔ لہذا ہمیں ہمیشہ یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے بھیجے ہوئے آخری دین یعنی اسلام پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔ یہ اسلام قرآن وحدیث کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری تفصیل اور اصول وقواعد موجود ہیں۔ اس میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ نیکی کیا ہے اور برائی کس چیز کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کیسے حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کن چیزوں میں ہے۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ نیکی کے چند بڑے کاموں کا تذکرہ کرتے ہیں، باقی تفصیلات پانچویں باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

توحید:

دنیا میں سب سے بڑا نیکی کا کام یہ ہے کہ ایک اللہ وحدہ لاشریک کو اپنا خالق ومالک اور رازق وداتا تسلیم کیا جائے۔ ہر قسم کی عبادت صرف اللہ کے لیے کی جائے۔ ہر طرح کی دعا اور فریاد صرف اللہ کے حضور کی جائے۔ مشکلات کے حل کے لیے اللہ کا در چھوڑ کر کسی اور کے در پر نہ جایا جائے۔ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو نہ پکارا جائے۔ یہی توحید ہے جسے سب سے بڑا نیک عمل قرار دیا گیا ہے اور جنت میں جانے کی لازمی شرط ٹھہرا دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں شرک ہے یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو خالق ومالک، رازق وداتا سمجھنا۔ اللہ کا در چھوڑ کر کسی اور کے سامنے سجدہ ریز ہونا۔ اللہ سے مانگنے کی بجائے کسی اور کے در کا سوالی بننا۔ اللہ کا [illegible] نے کی بجائے کسی اور کی شکر گزاری میں صدقہ وغیرہ کرنا۔

حُبِّ رسول:

توحید کے بعد نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر یہ ایمان لایا جائے کہ وہ سب اللہ کے بھیجے ہوئے رسول تھے اور سب سے آخری رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی اور رسول دنیا میں نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ آنحضرت ﷺ کے رسولِ برحق ہونے پر سچے دل سے ایمان لایا جائے۔ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کی جائے۔ آپ سے عقیدت باقی سب عقیدتوں سے فائق وبرتر ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کے ہر حکم پر گردن جھکائی جائے۔ صرف زبان ہی سے حبِّ رسول کا ترانہ نہ پڑھا جائے بلکہ اس کے ساتھ اپنے عمل کو بھی اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق ڈھالنے کی پوری کوشش کی جائے۔ اس کے بغیر نہ ایمان مکمل ہے اور نہ اسلام۔

نماز:

اللہ تعالیٰ کی عبادات میں سے سب سے افضل عبادت نماز ہے۔ ہر ایک مسلمان پر ایک دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔ ہمیں چاہیے کہ ہر نماز بروقت اور باجماعت مسجد میں ادا کریں۔ نماز میں ہرگز کوئی سستی نہ کریں۔ نماز کا وقت ہوتے ہی سارے کام کاج چھوڑ کر مسجد میں پہنچ جائیں اور پھر نماز پڑھنے کے بعد اپنے دیگر کام اور ذمہ داریاں پوری کریں۔

روزہ:

صبح فجرِ صادق سے لے کر غروبِ شمس تک کھانے، پینے اور جنسی تعلقات سے کنارہ کش رہنے کا نام 'روزہ' ہے۔ ہر مسلمان پر سال بھر میں ایک ماہ (یعنی رمضان المبارک کے مہینے) کے روزے رکھنا فرض ہے۔ اس لیے رمضان المبارک میں اس نیکی کے کام میں کوئی غفلت اور لاپرواہی نہ کی جائے۔

صدقہ وزکوٰۃ:

اسی طرح اگرایک شخص کے پاس ایک خاص مقدار میں مال ہواورسال بھروہ مال اس کے پاس موجود رہے توہرسال کے وقفہ سے اس میں سے اڑھائی فیصد حصہ اللہ کی راہ میں مستحق لوگوں کودینااس پرفرض کیا گیاہے اوراس عمل کو'زکاۃ' کہاجاتا ہے۔ گویازکاۃ نکالناصرف صاحبِ نصاب اورصاحبِ ثروت لوگوں پرفرض ہے دیگرلوگوں پرنہیں۔البتہ دیگر لوگ اگرچاہیں تواپنی مرضی سے اپنے مال میں سے تھوڑابہت اللہ کی راہ میں دے سکتے ہیں،ان کایہ'صدقہ' کہلاتا ہےاوریہ بھی بہت بڑی نیکی ہے۔

زکاۃ اورصدقہ کے سلسلہ میں یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ سارے کاسارامال اللہ کی راہ میں دے دینااورپھرخودمحتاج اورسوالی بن کربیٹھ جاناکوئی نیکی نہیں ہے۔البتہ سخت مشکل اورجنگی حالات میں ضرورت کی وجہ سے ایسا کیاجاسکتا ہے۔

حج وعمرہ:

اگرکسی شخص کے پاس اس کی بنیادی ضروریات کے علاوہ اتنامال ہوکہ وہ اللہ کے گھرکاحج کرسکتاہے،تو اس پراللہ کے گھرکاحج کرنافرض ہے اوریہ فرض زندگی میں صرف ایک مرتبہ عائد ہوتاہے۔اس کے بعد بھی اگرکوئی شخص اللہ تعالیٰ کے گھرکاحج یاعمرہ کرتا ہے تویہ اس کے لیے باعث اجروثواب ہوگا۔

سچ بولنا:

اسی طرح زندگی کے ہرشعبہ میں انسان کوسچ بولناچاہیے۔اوریہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔حتیٰ کہ بعض اوقات سچ بولنے میں انسان کوبظاہراپنایااپنے کسی عزیز کانقصان ہوتانظر آتا ہےمگراس کے باوجوداسے سچ سے گریزنہیں کرناچاہیے اس لیے کہ سچ بولنااس کے رب کاحکم ہے اورسچ بولنے ہی میں خیرہے۔سچ بولنے سے انسان کواوربہت سے دنیوی واخروی فوائد حاصل ہوجاتے ہیں۔

حلال روزی:

انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ جائز اور حلال ذریعے سے اپنی روزی کے لیے محنت کرے کیونکہ اس کے لیے اس کی قسمت میں جتنا رزق اللہ تعالی نے لکھ دیا ہے وہ اسے لازماً مل کر رہے گا۔اب یہ شخص اگر ناجائز ذرائع اختیار کرے گا تب بھی اسے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کی قسمت میں لکھا ہے اس سے زیادہ نہیں، مگر ناجائز اور حرام ذرائع اختیار کرنے سے اس کے نامۂ اعمال میں گناہ بھی جمع ہوجائیں گے اور اگر انسان جائز ذرائع اختیار کرنے پر زور دے تو اسے جائز ذرائع سے اپنی قسمت میں لکھا ہوا رزق تو ضرور ملے گا جبکہ اس کے ساتھ اسے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ اُس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

امانت ودیانت:

انسان کے لیے ایک بہت بڑی نیکی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے ہر معاملے میں امانت ودیانت کے تقاضے پورے کرے۔کسی سے لین دین کیا ہو، کسی کی ذمہ داری اٹھائی ہو، کسی سے قرض یا امانت لی ہو، کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو،......غرضیکہ ہر معاملے میں اسے دیانتداری سے کام لینا چاہیے۔

عدل وانصاف:

دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلقات میں عدل وانصاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔کسی جھگڑے میں فیصلہ کرنا ہو یا اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لینا ہو، ہر جگہ عدل وانصاف کے اصولوں کو ترجیح دینا ہی نیکی کا کام ہے۔

عَفو وَ درگُزر:

عدل وانصاف سے ایک قدم آگے بڑھیں تو 'عفو ودرگزر' کی نیکی کا درجہ ہے۔آپ پر کسی نے ظلم کیا، زیادتی کی، مال چوری کیا، قاتلانہ حملہ کیا، اہل وعیال کو کوئی نقصان پہنچایا یا کوئی بھی غیر قانونی وغیر اخلاقی اقدام آپ کے خلاف کیا اور اس جرم کی بعد میں نشاندہی ہوگئی،

مجرم آپ کے سامنے پہنچ گیا، آپ اسے کڑی سزا دینے کی طاقت بھی رکھتے ہوں مگر اس سب کچھ کے باوجود آپ اسے معاف کر دیتے ہیں تو یہ عدل وانصاف سے بھی بڑی نیکی ہے۔اوراسے ہی 'عفو' اور'درگزر' کہاجاتا ہے۔ہمارے حضور ﷺ کی زندگی میں ایسے عفوودرگزر کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو ہم سب کے لیے نمونہ ہیں۔



باب۲:

نیکیوں کے فوائد وثمرات

جس طرح بدی اور شر کے ارتکاب سے دنیاوآخرت میں برے نتائج بھگتنا پڑتے ہیں اسی طرح نیکی اور بھلائی کے کاموں سے اچھے اور مثبت نتائج حاصل ہوتے ہیں۔نیکی کی بنیاد چونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے اس لیے جب کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے خوش ہوجائیں تو اسے اپنی نعمتوں سے نوازتے ہیں اوراس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔اور جب کسی شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نچھاور ہونے لگتی ہے تو اس کی مصیبتیں،تکلیفیں، تنگیاں اور پریشانیاں ایک ایک کرکے ختم ہونا شروع ہوجاتی ہیں اوراگرکوئی مصیبت یا پریشانی اس دنیامیں ختم نہ ہوتو اس کے بدلہ میں اس کے لیے بے پناہ اجرو ثواب لکھا جاتا ہے اور روز قیامت ایسا شخص بغیر کسی پریشانی اورخوف کے اللہ تعالیٰ کی جنت میں داخل ہوجائے گا۔

نیکی کرنے والوں کو جوفوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں،آئندہ صفحات میں ان کی تفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کی جارہی ہے۔



نیکی کا فائدہ......قرآن مجید کی روشنی میں

نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہ ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا﴾ [الکہف: ۳۰، ۳۱]

''یقیناً جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو ہم کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔ ان (نیکی کرنے والوں) کے لیے ہمیشگی کی جنتیں ہیں، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہاں یہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے نرم و باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے۔ وہاں یہ تختوں کے اوپر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ کیا خوب بدلہ ہے، اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے۔''

نیکی کرنے میں خود انسان ہی کا فائدہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ [الاسراء: ۷]

''اگر تم نے اچھے کام کیے تو خود اپنے ہی فائدہ کے لیے (کروگے) اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لیے (نقصان کروگے)۔''

نیکی کرنے والوں سے دنیا اور آخرت میں نیک سلوک ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَّلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ كَذٰلِكَ يَجْزِى اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [النحل: ۳۰، ۳۱]

''جن لوگوں نے بھلائی کی ان لوگوں کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے، اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے، اور وہ کیا ہی خوب پرہیز گاروں کا گھر ہے (وہاں) ہیشگی والے باغات ہیں جہاں وہ جائیں گے اور جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جو کچھ یہ طلب کریں گے وہاں ان کے لیے موجود ہوگا۔ پرہیز گاروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلے عطا فرماتا ہے۔''

﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴾ [النجم: ۳۱]

''اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ اللہ تعالیٰ برے عمل کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیک کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ عنایت فرمائے۔''

نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [البقرة: ۱۹۵]

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور احسان کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴾ [النحل:١٢٨]

''یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔''

﴿ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴾[الشورٰی :٢٣]

''جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس کے لیے اس کی نیکی میں اور حسن بڑھادیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا (اور) بہت قدر دان ہے۔''

نیکی کا ثواب (صلہ) بہت زیادہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ﴾ [القصص:٨٤]

''جو شخص نیکی لائے گا اسے اس سے بہتر ملے گا۔''

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ﴾ [الانعام:١٦٠]

''جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کا دس گنا (زیادہ بدلہ) ملے گا۔''

نیکی کرنے والوں کو اللہ کی رحمت حاصل ہوتی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [الاعراف:٥٦]

''بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔''

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [حم السجدة:٤٦]

''جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لیے (کرے گا) اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [التوبة:١٢٠]

''بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔''

نیکی کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ [الاعراف:٩٦]

''اگر اس بستی والے ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرنے والے بن جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کو کھول دیتے مگر انہوں نے (حق کی) تکذیب کی، چنانچہ ہم نے انہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔''

اللہ کی اطاعت گزاری کرنے والوں کا رزق بڑھتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ﴾ [المائدة:٦٦]

''اگر وہ (اہل کتاب) تورات اور انجیل اور اپنے رب کے نازل کردہ دین کو قائم کرتے تو وہ اپنے اوپر (آسمان سے) اور اپنے پاؤں کے نیچے (یعنی زمین) سے کھاتے!''

اللہ کا حکم ماننے والوں کی پریشانیاں دور ہوتی ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ...... وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ﴾ [الطلاق:٢تا٤]

''اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نکلنے کی راہ بنا دیتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے، اللہ اسے کافی ہو جاتا ہے...... اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے معاملے کو آسان بنا دیتے ہیں۔''

نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ [ھود ۱۱٤]

"دن کے دونوں سروں (یعنی صبح وشام) میں نماز قائم رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔"

نیک کام کرنے سے اللہ کی بخشش حاصل ہوتی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اھْتَدٰی﴾ [طٰہٰ:۸۲]

"ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔"

نیک لوگوں کو روزِ قیامت کوئی خوف نہ ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾

[المائدۃ:٦٩]

"جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو یقیناً ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غم کریں گے۔"

نیک لوگ ہی جنت اور پاکیزہ زندگی حاصل کریں گے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا﴾ [النسآء:۱۲٤]

"جو ایمان والا ہو مرد ہو یا عورت اور وہ نیک اعمال کرے، یقیناً ایسے لوگ جنت میں

جائیں گے اور کھجور کے شگاف کے برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا۔"

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل:۹۷]

"جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور عطا کریں گے۔"



نیکی کرنے کا فائدہ......احادیث کی روشنی میں

جیسی نیکی ویسا صلہ!

اگر کسی مظلوم ،تنگدست اور پریشان حال شخص سے بقدر استطاعت تعاون کیا جائے تو اس نیکی سے اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتے ہیں کہ خود تعاون کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی خصوصی تعاون فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ))[1]

''جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیوی مشکلات میں سے ایک مشکل آسان کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے ایک مشکل دور فرمادیں گے۔اور جس شخص نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔جب تک کوئی آدمی اپنے بھائی کی مدد کررہا ہوتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کررہے ہوتے ہیں!''

---

(۱) [صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعاء:باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر (ح۲٦۹۹)]

دوسروں سے نیکی کرنا مسلمان کی پہچان ہونی چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهُ وَلَا یُسْلِمُهُ،مَنْ كَانَ فِیْ حَاجةِ اَخِیْهِ كَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))(۱)

''مسلمان ،مسلمان کا بھائی ہے ۔مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر ظلم نہیں کرتا،اور نہ ہی اسے بے یارومددگار چھوڑتا ہے۔جو آدمی اپنے بھائی کی مدد کر رہا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس (مدد کرنے والے کی بھی) مدد کر رہے ہوتے ہیں۔جس شخص نے کسی مسلمان کی (دنیوی مشکلات میں سے)ایک مشکل آسان کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے ایک مشکل دور فرمادیں گے۔اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔''

دنیا میں اللہ کا گھر بناؤ اللہ تمہارا گھر جنت میں بنائیں گے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا......يَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ......بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِی الْجَنَّةِ))(۲)

''جس شخص نے اللہ کی رضا کی خاطر کوئی مسجد بنائی ،اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی جیسا گھر جنت میں بنادیتے ہیں۔''

---

(۱) [صحیح مسلم :کتاب البر و الصلة :باب تحریم الظلم(حدیث:۲۵۸۰)]

(۲) [بخاری:کتاب الصلاۃ :باب من بنی مسجدا(ح ۴۵۰)مسلم(ح۵۳۳)]

نیک نیت ہی امتحان میں کامیاب ہوا!

حدیث کی مستند کتاب 'بخاری' اور 'مسلم' میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینے کے لیے ان کے پاس (انسانی شکل میں) ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی جلد (چمڑی) کیونکہ مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہو گئی۔ فرشتے نے پوچھا: کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ۔ یا اس نے کہا: گائے (راوی کو شک ہے) چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی (یا گائے) دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور یہ کہ میرا موجودہ عیب ختم ہو جائے کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے سر پر عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا: کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ گائے۔ (یا اس نے کہا کہ اونٹ۔ راوی کو شک ہے) پھر فرشتے نے اسے حاملہ گائے (یا اونٹنی) دے دی اور کہا کہ اللہ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ

نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔ پھر فرشتے نے پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟اس نے کہا بکریاں۔فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔

پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔

پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین وفقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں۔لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا ہے،ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے میں اپنے سفر کو پورا کرسکوں؟لیکن اس نے (انسانی شکل میں آنے والے اس) فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ تو اور بہت سے حقوق ہیں۔(یعنی جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ میرے حالات تو بڑے تنگ ہیں،لہذا میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا!اس جواب پر اس کی اوقات یاد دلاتے ہوئے)فرشتے نے کہا کہ غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں،کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہ تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے،تم ایک فقیر اور قلاش آدمی تھے،پھر تمہیں اللہ نے یہ چیزیں عطا کیں؟

اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آرہی ہے۔فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے!

پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے ۔اس کے بعد فرشتہ اپنی اسی پہلی صورت میں اندھے کے پاس آیا،اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں،سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوائے اللہ

کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر ایک بکری کا سوال کرتا ہوں، جس نے تمہیں یہ ساری چیزیں عطا کی ہیں۔

اندھے نے جواب دیا کہ ہاں میں واقعی اندھا تھا اور اللہ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر و محتاج تھا اور اللہ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو۔ اللہ کی قسم! جب تم نے اللہ کا واسطہ دیا ہے تو اب جتنا بھی تمہارا جی چاہے، لے جاؤ! میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہو گیا ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔"(1)

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ غربت اور تنگدستی کے بعد آسانی کی حالت میں انسان اپنی پہلی حالت کو بھول جاتا ہے اور اللہ کا شکر گزار بننے کی بجائے سرکشی پر اتر آتا ہے۔ حالانکہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ حقیقی مالک اللہ ہی کی ذات ہے، اگر اللہ چاہے تو دنیا جہان کی دولتیں اس کے قدموں میں ڈھیر کر دے اور اگر وہ چاہے تو کوڑی کوڑی کا محتاج بنا دے۔

اس حدیث میں مذکور تین بندوں میں سے صرف وہی اس امتحان میں کامیاب ہوا جس نے اپنی اوقات یاد رکھی اور جو اپنی اوقات بھول کر سرکش بن گئے وہ دنیا میں بھی تباہی کا شکار ہوئے۔

اللہ ہمیں اپنا فرمانبردار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



(1) [بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب حدیث ابرص ... (3464) مسلم (2964)]

مشکل کے وقت ایک نیکی کام آ گئی!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی، انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔ اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس نے اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لیے ہوئے تھے) اب انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اپنے اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو، نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی:

''اے اللہ! میرے ماں باپ نہایت بوڑھے تھے، میں باہر لے جا کر اپنے مویشی چرایا کرتا تھا۔ پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں ڈال کر پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا، جب میرے والدین پی چکتے تو پھر اپنی بیوی، اور بچوں کو پلایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہوگئی اور جب میں گھر لوٹا تو والدین سو چکے تھے۔ پھر میں نے پسند نہ کیا کہ انہیں جگاؤں، جبکہ بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے مگر میں برابر دودھ کا پیالہ لئے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا، تو تو ہمارے لئے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔''

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ پھر دوسرے شخص نے یہ دعا کی:

''اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی،

جتنی ایک مرد کو کسی عوت سے ہو سکتی ہے۔اس لڑکی نے کہا تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سو اشرفی نہ دے دو۔میں نے سو اشرفی حاصل کرنے کی کوشش کی اور آخر اتنی اشرفی جمع کر لی ۔پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا تو وہ بولی: اللہ سے ڈر اور مہر کو ناجائز طریقے پر نہ توڑ۔اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لیے کیا تھا تو ہمارے لے (نکلنے کا) راستہ بنا دے۔''

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: چنانچہ وہ پتھر دو تہائی حصہ ہٹ گیا۔پھر تیسرے شخص نے یہ دعا کی:

''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار (یعنی تھوڑے سے جوار) پر کام کرایا تھا۔جب میں نے اس کی مزدوری اسے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔میں نے اس جوار کو لے کر بو دیا (کھیتی جب کٹی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک بیل اور ایک چرواہا خرید لیا، کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آکر مزدوری مانگی کہ خدا کے بندے مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا کہ اس بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کیونکہ یہ تمہارے ہی ملکیت ہیں۔اس نے کہا مجھ سے مذاق کرتے ہو!

میں نے کہا، میں مذاق نہیں کرتا، واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔(تو وہ انہیں لے کر چلتا بنا) اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو یہاں ہمارے لیے (اس چٹان کو ہٹا کر) راستہ بنا دے''۔

چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا اور وہ تینوں شخص باہر آ گئے۔''[1]

(۱) [بخاری: کتاب البیوع: باب اذااشتری شیئالغیرہ بغیر اذنہ (ح۲۲۱۵)]

صدقہ وخیرات کرنے والے کی غیبی مدد......!

ہم بتا چکے ہیں کہ صدقہ اور خیرات ایک نیک عمل ہے،اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ صدقہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل کیسے حاصل ہوتا ہے۔

☆......حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک شخص جنگل میں جارہا تھا کہ اچانک اس نے ایک بادل سے یہ آواز سنی کہ (کسی نے بادل سے کہا ہے:)

''فلاں آدمی کے باغ کو پانی پلاؤ!''

چنانچہ وہ بادل ایک طرف چلنا شروع ہوگیا پھر اس نے ایک سنگلاخ زمین پر اپنا پانی برسایا،اور نالیوں میں سے ایک نالی میں اس بارش کا پانی جمع ہوگیا وہ آدمی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔اس نے (ایک جگہ) دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہے اور اپنے بیلچے سے اس پانی کو (اپنے باغ میں) ادھر ادھر تقسیم کررہا ہے۔اس نے اس آدمی سے پوچھا:

اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے اپنا نام بتایا اور یہ وہی نام تھا جو اس نے بادلوں سے سنا تھا۔پھر اس دوسرے شخص نے اس سے پوچھا:

اے اللہ کے بندے تجھے میرا نام پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

اس نے کہا کہ جس بادل سے یہ پانی برسا ہے اس سے میں نے ایک آواز سنی تھی کہ فلاں آدمی کے باغ کو پلاؤ تو وہ تمہارا ہی نام لیا گیا تھا لہذا تم مجھے بتاؤ کہ تم اپنے باغ

کے حوالے سے کیا رویہ اپناتے ہو؟ (کہ تمہارے لیے اللہ کا خصوصی فضل نازل ہوتا ہے)

اس نے کہا اگر تم پوچھنا ہی چاہتے ہو تو سنو:

((فَإِنِّی أَنْظُرُ إِلَی مَا یَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآکُلُ أَنَا وَعِیَالِی ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِیهَا ثُلُثَهُ))

''میرے اس باغ کی جو پیداوار ہوتی ہے، اسے میں تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں: ایک حصہ میں صدقہ کر دیتا ہوں، ایک حصہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے استعمال میں لاتا ہوں اور ایک حصہ اسی باغ پر لگا دیتا ہوں۔''(۱)

ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے:

((وَأَجْعَلُ ثُلُثَهُ فِی الْمَسَاكِینِ وَالسَّائِلِینَ وَابْنِ السَّبِیلِ))

''میں اس کی پیداوار کا ایک تہائی مسکینوں، سوالیوں اور مسافروں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔''(۲)

یہ مسکینوں اور محتاجوں کے ساتھ تعاون اور ان پر صدقہ وخیرات ہی کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خشک سالی کے باوجود اپنے اس نیک بندے کے لیے پانی کا انتظام فرما دیا۔ اللہ ہمیں بھی اس طرح کی نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

......☆......

(۱) [مسلم: کتاب الزهد: باب فضل الانفاق على المساكين وابن السبيل (ح ٢٩٨٤)]

(۲) [مسلم: ایضاً]

ایک نیکی بخشش کا ذریعہ بن گئی......!

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَجَدَهُ غُصْنُ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِیْقِ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَلَهُ)) (۱)

''ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اس نے کانٹوں سے بھری ہوئی ایک ٹہنی دیکھی تو اسے راستے سے دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ (اس کی اسی بات پر) راضی ہو گیا اور اس کی بخشش فرمادی۔''

بعض روایات میں ہے کہ کسی راستے میں ایک درخت تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوا کرتی تھی۔ ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے راستے سے ہٹادوں گا تا کہ کسی کو اس سے اذیت نہ ہو چنانچہ اس نے اس درخت کو کاٹ پھینکا اور اسی (عمل کی) وجہ سے وہ جنت کا مستحق بن گیا۔''(۲)

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا نیکی کا کام ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور حدیث بھی ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل سکھا دیجیے جو میرے لیے باعثِ نفع ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

((اَعْزِلِ الْاَذٰى عَنْ طَرِیْقِ الْمُسْلِمِیْنَ)) (۳)

''مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دیا کرو۔''

---

(۱) [بخاری: کتاب الاذان: باب فضل التهجیر الی الظهر (ح ٦٥٢) مسلم: کتاب البر: باب فضل ازالة الاذی (ح ١٩١٤)]

(۲) [مسلم: ایضاً (حدیث ١٢٨، ١٢٩، ١٣٠)]

(۳) [مسلم: ایضاً (ح ٢٦١٨)]

اللہ سے خوف کا اظہار......اور تمام گناہ معاف!

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ گزشتہ قوموں کا تذکرہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو مال و دولت اور اولاد کی نعمت سے سرفراز کر رکھا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمہارے لیے کس حیثیت کا باپ تھا؟ بیٹوں نے کہا کہ آپ ہمارے لیے اچھے باپ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس نے کہا کہ میں اللہ کے ہاں نیکیوں کا ذخیرہ نہیں کر سکا اور مجھے ڈر ہے کہ میں اللہ کے ہاں پہنچوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دیں گے لہٰذا تم ایسا کرنا کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دینا اور جب لاش جل کر کوئلہ بن جائے تو اسے پیس کر راکھ بنا دینا اور جس دن تند و تیز آندھی آئے اس دن اس راکھ کو آندھی میں اڑا دینا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے اس بات پر اپنے بیٹوں سے پختہ وعدہ لیا اور بخدا! اس کے بیٹوں نے اس کی موت کے بعد ایسا ہی کیا۔ مگر (جب وہ اللہ کے حضور پہنچا تو) اللہ تعالیٰ نے لفظ کُــنْ (ہو جا) کہہ کر اسے زندہ فرما دیا اور وہ ایک آدمی کی شکل میں زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا:

اے میرے بندے! بتا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا:

"(یا اللہ!) آپ کے خوف سے!"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا اور (ایک اور روایت میں ہے کہ) اسے معاف فرما دیا۔"(۱)

---

(۱) [بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب (٥٤) حدیث (٣٤٧٨، ٣٤٧٩)]

جانور پر رحم کیا......اللہ نے جنت عطا کر دی!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک شخص راستے میں چل رہا تھا کہ اسے شدت کی پیاس لگی ۔ اسے ایک کنواں نظر آیا اور اس نے اس میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ باہر نکلا تو وہاں ایک کتا دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ یہ کتا بھی اتنا ہی زیادہ پیاسا معلوم ہوتا ہے جتنا میں تھا۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر اسے منہ سے پکڑ کر اوپر لایا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کی مغفرت فرمادی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ رحم دلی اور نیکی کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہاں! تمہیں ہر تازہ کلیجے والے (یعنی ذی روح) کے ساتھ نیکی کرنے پر ثواب ملتا ہے۔''(۱)

بعض روایات میں ہے کہ

''بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت تھی ۔ ایک دن جب کہ گرمی بڑی سخت تھی، اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے ہلاک ہو رہا ہے اور مارے پیاس کے ایک کنویں کے گرد اپنی

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الادب: باب رحمۃ الناس البھائم.....(ح۶۰۰۹) صحیح مسلم(ح۲۲۴۴)ابو داؤد(ح۲۵۵۰)]

زبان لٹکائے چکر کاٹ رہا ہے، چنانچہ اس نے اپنا موزا اتارا اور اس کنویں سے پانی بھر کر اسے پلا دیا۔ اس کی اس نیکی پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ (۱)

یہ تو تھا چھوٹا سا نیک عمل اور اس کا اتنا بڑا ثواب کہ بدکارہ کو بھی جنت مل گئی لیکن یہاں یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ چھوٹا سا گناہ بھی بسا اوقات انسان کو جہنم میں لے جاتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((دَخَلَتْ اِمْرَأَةٌ النَّارَ فِيْ هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ)) (۲)

"ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں جا پہنچی، اس نے بلی کو باندھے رکھا اور اسے نہ تو کھانا دیا اور نہ ہی کھلا چھوڑا کہ وہ کیڑے مکوڑے کھا کر اپنی جان بچا لیتی۔"

اس لیے کسی بھی گناہ کو معمولی اور کسی بھی نیکی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے روز آخرت وہی فیصلہ کن کردار ادا کرنے والی ہو۔ اللہ ہمیں ہر طرح کی نیکی کرنے اور ہر قسم کے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

......☆......

---

(۱) [صحیح مسلم(ح۲۲٤٥)]

(۲) [بخاری: کتاب بدء الخلق: باب اذا وقع الذباب ...(ح۳۳۱۸)مسلم (٤٣/٧)احمد(٥٠٧/٢)الادب المفرد(۳۷۹)]

صدقہ وخیرات سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں!

اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے سے انسان پر آئی ہوئیں بلائیں ٹلتیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُى الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُى الْمَآءُ النَّارَ))(۱)

''صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔''

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُى غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ))(۲)

''بلاشبہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا اور بری موت سے انسان کو بچاتا ہے۔''

صدقہ وخیرات سے گناہ معاف اور عذاب سے نجات مل جاتی ہے!

صدقہ وخیرات سے جس طرح دنیوی مصائب دور ہوتے ہیں اسی طرح یہ صدقہ وخیرات انسان کو آخرت میں جہنم کے عذاب سے بھی نجات دلاتے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر عورتوں سے فرمایا:

((تَصَدَّقْنَ فَإِنِّىْ أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ))(۳)

''صدقہ کیا کرو کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ جہنم کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہے۔''

---

(۱) [ترمذی : کتاب الایمان :باب ماجاء فی حرمة الصلاة (ح٢٦١٦)ابن ماجه : کتاب الفتن (ح٣٩٧٣)]

(۲) [ترمذی : کتاب الزکاة: باب ماجاء فی فضل الصدقة (ح٦٦٤)]

(۳) [بخاری : کتاب الحیض :باب ترك الحائض الصوم(ح٣٠٤)مسلم :الایمان (ح٨٠)]

معمولی نیکی اور ستر ہزار فرشتوں کی دعائیں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص شام کے وقت کسی مریض کی بیمار پرسی کے لیے جاتا ہے، ستر ہزار فرشتے اس کے لیے صبح تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے، شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔''(1)

اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اس کے جاننے والے دیگر قریبی دوست احباب اور رشتہ داروں پر اس کی عیادت اور تیمارداری کرنا ایک شرعی واخلاقی حق ہے۔ اس سے مریض کو نفسیاتی طور پر سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے بیمار کی عیادت کا اتنا ثواب بیان کیا گیا ہے بلکہ بعض احادیث میں تو اسے بیمار کا حق قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ (اور ایک روایت کے مطابق چھ) حق ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے۔''(2)

......☆......

(۱) [ابوداؤد: کتاب الجنائز: باب فی فضل العیادة ......(ح۳۰۹۶۔۳۰۹۷) یہ روایت مرفوعا وموقوفا دونوں طرح صحیح اسناد سے مروی ہے۔ دیکھیے: صحیح ابوداؤد (۲٦۵۵)

(۲) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز (ح۱۲٤۰)]

رزق میں فراخی اور عمر میں درازی کا نسخہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهُ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَأَلَهُ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهُ)) (۱)

"جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی (یعنی رشتہ داروں سے اچھے تعلقات استوار) کرے۔"

صلہ رحمی کا معنی یہ ہے کہ رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے یعنی اگر کوئی رشتہ دار تنگ دست و مجبور ہے تو اس کی حسب استطاعت مدد کی جائے۔ اگر کسی رشتہ دار پر مشکل آ پڑے تو اس کا ساتھ دیا جائے۔ لیکن ہمارے ہاں اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی کی جاتی ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس مال و دولت آ جائے تو وہ اپنے غریب رشتہ داروں کو بھول جاتا ہے، انہیں ملنا گوارا نہیں کرتا، اپنی خوشی وغیرہ کے موقع پر انہیں نظر انداز کر دیتا ہے حالانکہ یہی تو موقع ہوتا ہے کہ اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد کی جائے، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے، ان کی مشکلات میں ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رشتہ داروں سے حسن سلوک اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کی نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

......☆......

(۱) [بخاری: کتاب الادب: باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم (۵۹۸۶)]

باب ۳:

نیکی کا انعام!

نیکی اور گناہ کا اصل بدلہ تو روز قیامت دیا جائے گا، جہاں ذرا برابر بھی کسی پر ظلم یا بے انصافی نہیں ہوگی۔ البتہ اس دنیا میں بھی جس طرح بعض گناہوں کی کچھ نہ کچھ سزا دی جاتی ہے اسی طرح نیکی کا بھی کچھ نہ کچھ انعام دے دیا جاتا ہے تاکہ نیکوکاروں کی بھی حوصلہ افزائی ہو اور گنہگاروں کو بھی درس نصیحت حاصل ہو۔ اسی نوعیت کے چند واقعات آئندہ سطور میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



صداقت وامانت اختیار کرنے کے انعامات

☆......حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے زمین خریدی، جس آدمی نے زمین خریدی تھی اس نے اس زمین میں ایک منکا پایا جس میں سونا تھا۔ (امانت کالحاظ رکھتے ہوئے) زمین کا خریدار پہلے شخص سے جا کر کہنے لگا: ''یہ سونا آپ رکھ لیں کیونکہ یہ آپ کی زمین سے نکلا ہے اور میں نے آپ سے فقط زمین خریدی تھی سونا نہیں خریدا۔''
(ادھر زمین فروخت کرنے والا بھی امانت دار اور شریف آدمی تھا، وہ) کہنے لگا:
''میں نے زمین اور جو کچھ اس میں تھا سب آپ کو فروخت کر دیا ہے، لہذا میرا اس سونے سے کوئی تعلق نہیں۔''
اس تنازعہ کے فیصلہ کے لیے وہ دونوں ایک دانا آدمی کے پاس حاضر ہوئے۔ اس دانا آدمی نے پوچھا ''کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟'' ان میں سے ایک نے کہا: ہاں میرا لڑکا ہے۔ اور دوسرے نے کہا: میری ایک لڑکی ہے۔
فیصلہ کرنے والے نے کہا: تم اپنے لڑکے کا نکاح اس کی لڑکی سے کر دو اور یہ سونا ان پر صرف کر دو اور (اگر کچھ باقی بچ جائے تو پھر وہ اللہ کی راہ میں) صدقہ کر دو۔ (۱)

☆......حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل ہی کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار بطور قرض مانگا تھا۔ اس قرض دینے والے نے کہا: کوئی گواہ لاؤ کہ ان کی گواہی ڈال لیں۔

---

(۱) [بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب (۵۴۔ ح ۳۴۷۲) صحیح مسلم: کتاب الاقضية: باب استحباب اصلاح الحاكم بين الخصمين (ح ۱۷۲۱)]

قرض لینے والے نے کہا: "میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی گواہ ہے۔"

پھر اس نے کہا: "کوئی کفیل لاؤ۔"

اس نے پھر وہی جواب دیا کہ

"اللہ تعالیٰ ہی بطور کفیل میرے لیے کافی ہے۔"

اس نے کہا:

"تم نے سچ کہا ہے۔"

چنانچہ اس نے اسے ایک ہزار دینار وقت مقررہ کے لیے بطور ادھار اسے پکڑا دیئے۔

اب وہ ہزار دینار لے کر تجارت کے لیے بحری سفر پر روانہ ہوگیا۔ وہاں جب اس نے اپنا کام مکمل کرلیا تو واپسی کے لیے سواری کی تلاش میں آیا کہ وقت مقررہ پر وہ آکر امانت لوٹا سکے، مگر وہاں کوئی سواری نہ تھی کہ جس پر سوار ہوکر وہ قرض دینے والے کے پاس جاسکے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے ایک لکڑی لی اور اسے کرید کر اس میں ہزار دینار اور اپنی طرف سے ایک رقعہ لکھ کر رکھ دیا اور اس کا منہ کیل ٹھونک کر بند کردیا اور اس کو ہزار دینار کے مالک کی جانب سمندر میں پھینک کر روانہ کردیا اور ساتھ ہی سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر کہنے لگا:

"اے میرے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے فلاں آدمی سے ہزار دینار ادھار لیا تھا، اس نے مجھ سے کفیل کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا: میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے اور وہ اسی پر رضامند ہوگیا اور اس نے مجھ سے گواہ کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا: میرے لیے میرا اللہ ہی گواہ کافی ہے وہ اس سے بھی راضی ہوگیا۔ پھر میں نے پوری تگ ودو کی کہ میں سواری حاصل کرلوں اور اس کے پاس پہنچ کر اس کا دیا ہوا قرض واپس لوٹا آؤں مگر مجھے سواری نہ مل سکی اب میں یہ امانت تیرے سپرد کرتا ہوں۔"

اور پھر اسے سمندر کی لہروں کے حوالے کردیا اور وہ لکڑی اس میں گم ہوگئی اور خود وہ واپس

چلا گیا، لیکن وہ اسی تلاش میں تھا کہ کہیں سے اسے اس کے شہر کے لیے سواری مل جائے۔ ادھر اتفاق سے وہ آدمی جس نے ادھار دیا ہوا تھا، وہ (مقررہ تاریخ پر) یہ دیکھنے کے لیے آیا کہ شاید کوئی کشتی میرا مال لانے والے کو لے کر آ رہی ہو۔ وہ کنارے پر کھڑا تھا کہ ایک لکڑی اسے نظر آئی، اس نے یہ سمجھ کر اسے اٹھا لیا کہ اس کا ایندھن ہی جلائیں گے مگر اسی میں اس کا مال تھا، جب اس نے اسے پھاڑا تو اس میں اس کا مال (ہزار دینار) موجود تھا اور اس میں ایک رقعہ بھی تھا۔

بعد میں وہ آدمی جس نے قرض لیا تھا وہ بھی اس کے پاس آن پہنچا اور (یہ سوچ کر کہ شاید پہلے اسے دینار نہ پہنچے ہوں) اسے ہزار دینار دینے لگا اور ساتھ ہی اپنی سرگزشت سناتے ہوئے کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! میں نے سواری کی طلب میں بے حد کوشش کی تا کہ آپ کا مال آپ تک پہنچاؤں مگر مجھے کوئی سواری میسر نہ آ سکی۔''

قرض دینے والے نے اس سے کہا: ''کیا آپ نے کوئی چیز میری طرف بھیجی تھی؟''

قرض لینے والے (کا خیال تھا کہ شاید وہ ہزار دینار انہیں نہیں ملے، چنانچہ اس) نے دوبارہ کہا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ مجھے سواری میسر نہ آ سکی تھی، اس لیے میں نہ آ سکا۔

قرض دینے والے نے کہا کہ جو مال آپ نے سمندر کے راستے مجھے بھیجا تھا، وہ (ہزار دینار) مجھے مل چکا ہے جو لکڑی میں بند کر کے آپ نے بھیجا تھا۔ لہٰذا یہ ہزار دینار اب واپس لے جائیے، اللہ آپ کو کامیاب کرے۔''[1]

(۱) [بخاری: كتاب الكفالة: باب [illegible]
أحمد (ج ۲، ص ۳٤۸، ۳٤۹)]

صبر کا پھل میٹھا!

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

"کوئی بھی مسلمان جو مصیبت سے دوچار ہو اور وہ یہ کہے جو اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یعنی: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

"بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"

پھر وہ یہ کہے:

((اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا))

"اے میرے اللہ! میری مصیبت میرے لیے باعث اجر بنا دے اور مجھے اس مصیبت کے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر دے۔"

جب کوئی شخص یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عطا کرتے ہیں، جو اس سے چھن گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نے (دل میں) کہا کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر مجھے مسلمانوں میں سے کون میسر آئے گا؟!

یہ ان ابتدائی لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہجرت کی تھی۔ تاہم میں یہ دعا پڑھتی رہی تو (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی بے مثال کا انتخاب فرما دیا (یعنی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شادی ہو گئی)۔ (۱)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب [illegible]

صبر کا انعام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پیدا شدہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا، انہی دنوں ابو طلحہ کو سفر کے لیے گھر سے باہر جانا پڑا، ان کے پیچھے وہ بیٹا فوت ہو گیا۔ جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ واپس گھر آئے تو ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ ام سلیمؓ نے جواب دیا کہ وہ پہلے سے زیادہ سکون میں ہے۔ ابو طلحہ نے سمجھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے۔ پھر ام سلیمؓ نے انہیں شام کا کھانا پیش کیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا، پھر بیوی سے مقاربت کی۔ فراغت کے بعد بیوی کہنے لگی:

"ابو طلحہ! بتائیں اگر کچھ لوگوں نے کسی گھر والوں سے کوئی چیز ادھار لی ہو، پھر وہ مالک اسے واپس مانگیں، تو کیا انہیں وہ واپس کرنی چاہیے یا نہیں؟"

ابو طلحہ کہنے لگے: "کیوں نہیں! انہیں وہ ضرور واپس کرنی چاہیے۔"

ام سلیم رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: "پھر سنیے کہ آپ کا بیٹا جدا ہو چکا ہے، اب اس تکلیف کو کار ثواب سمجھ کر اس پر صبر کرو۔"

وہ کہنے لگے: عجیب بات ہے! یہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا! ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور اپنا سارا واقعہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا فِي غَابِرِ لَيْلَتِكُمَا......))

"اللہ تعالیٰ تماری گزشتہ رات میں برکت کر دے۔"

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری بیوی امید سے ہو گئی تو وقت آنے پر اس نے بچہ جنم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس بچے کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ ساتھ کچھ کھجوریں بھی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو پکڑا اور فرمایا:

"پاس کوئی چیز ہے؟"

میں نے کہا: "جی، کھجوریں ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لیں اور اپنے منہ میں چبا کر نکالیں اور پھر اس بچے کے منہ ڈال کر اسے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔"(۱)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

انصار کے ایک آدمی نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ ابوطلحہؓ کی اس بیوی سے ان کے نو لڑکے پیدا ہوئے جو سب کے سب قرآن پاک کے حافظ تھے۔"(۲)

یاد رہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اس رات جو بیٹا فوت ہوا تھا اس کا نام ابوعمیر تھا۔ یہ وہی تھا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش طبعی فرماتے تھے۔ اس کی چڑیا مرگئی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش طبعی سے فرمانے لگے:

((یاابا عمیر مافعل النغیر))(۳)

اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟!

......☆......

---

(۱) [بخاری: کتاب العقیقة: باب تسمیة المولود غداة یولد (ح۵٤۷۰۔۱۳۰۱)؛ کتاب الاداب: باب استحباب تحنیك المولود......(ح۲۱٤٤) کتاب [illegible] باب من فضائل ابی طلحة الانصاریؓ (ج۷۔۱۰۷۔۲۱٤٤)]

(۲) [بخاری: کتاب الجنائز: باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة (ح۱۳۰۱)]

(۳) [بخاری۔ کتاب الادب: باب الانبساط الی الناس (ح۶۱۲۹)]

تنگ دستوں سے حسن سلوک کا انعام

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک آدمی کا تاجر تھا اور ہر طرح کے لوگوں کے ساتھ اس کا وسیع لین دین تھا۔ اس نے اپنے ملازم سے کہہ رکھا تھا کہ ''اگر کوئی تنگدست آئے تو اس سے درگزر فرمانا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب وہ فوت ہوا اور وفات کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے معاف کر دیا۔''(۱)

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''فرشتوں نے تم سے پہلے وقتوں کے ایک آدمی کی روح قبض کی اور اس سے دریافت کیا، کیا تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے کہا: نہیں!''

انہوں نے کہا: پھر بھی یاد کرلو شاید کوئی نیکی کبھی کی ہو؟ اس نے پھر کہا: میں نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی، ہاں البتہ اتنا ہے کہ میں لوگوں سے کاروبار کیا کرتا تھا اور میں نے اپنے ملازموں سے یہ کہہ رکھا تھا کہ'' کشادہ دست کو بھی مہلت دے دو اور جو تنگ دست ہو اس سے بھی صرف نظر کرو۔'' (اگر میری کوئی نیکی ہے تو پھر) یہ ایک نیکی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے صلہ میں اسے معاف کر دیا۔(۲)

---

(۱) [صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء: (باب ۵٤ ۱ ـ ح ۳٤۸۰)]

(۲) [بخاری : کتاب احادیث الانبیاء: باب ماذکر عن بنی اسرائیل (ح ۳٤۵۱ ـ ح ۲۰۷۷)
مسلم : کتاب المساقاۃ: باب فضل انظار المعسر (ح ۱۵٦۰، ۱۵٦۱)]

سچائی ہی ذریعہ نجات ہے!

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ تبوک کہ جس میں میرے والد صاحب شریک نہ ہو سکے تھے، کا تفصیلی واقعہ ان کی زبانی سنا۔
میرے والد کعب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں:

میں کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت سے کبھی بھی پیچھے نہیں رہا، صرف غزوۂ تبوک ایسا ہے جس میں میں رہ گیا تھا یا پھر غزوۂ بدر میں میں شریک نہ ہو سکا۔ بدر میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں شریک نہ ہونے والوں پر کوئی سرزنش نہ تھی، اس رخصت کی وجہ سے میں اس میں شریک نہ ہوا کیونکہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کا مقصد قریش کے قافلۂ تجارت کو پکڑنا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اور آپ کے دشمنوں کے درمیان اتفاقاً جنگ کرادی۔

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں بیعتِ عقبہ کی شب بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، یہ وہ زمانہ تھا جب ہم اسلام پر جانثاری کے عہد و پیمان باندھ رہے تھے۔ اس وجہ سے میرے نزدیک اس عقبہ والی رات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت کرنا مجھے بدر میں شریک معرکہ ہونے سے بھی زیادہ محبوب ہے، اگرچہ معرکۂ بدر میں شرکت لوگوں کے ہاں زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے۔''

پھر کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں اس غزوہ تبوک سے پیچھے رہا تو اس وقت میں جتنا خوشحال اور صاحب قوت تھا، پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس سے پہلے مجھ [illegible] تک تیز دو سواریاں

میسر نہ آئی تھیں جتنی اس غزوہ کے وقت میسر تھیں۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ کے لیے جانے کا ارادہ کرتے تو (جنگی چال کے تحت) اس کے مخالف جانب اشارہ فرماتے تھے۔ اس غزوہ میں سخت گرمی تھی، سفر لمبا تھا اور گھنے بیاباں درمیان میں آتے تھے اور بہت سے دشمنان اسلام بھی راستے میں پڑتے تھے۔ اس مرتبہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے جس جانب روانہ ہونا تھا، دوٹوک اس کا اعلان فرمادیا۔ آپ ﷺ کے رفیقانِ سفر کی تعداد بہت زیادہ تھی، یہاں تک کہ وہ کسی رجسٹر میں نہ سماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ جب اس غزوہ میں جارہے تھے تو حالت یہ تھی کہ باغوں کے پھل تیار ہو چکے تھے اور گرمی کی وجہ سے سائے بہت بھلے لگتے تھے۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تیاری کررہے تھے۔ میں خود بھی صبح وشام تیاری میں مصروف ہوا چاہتا تھا مگر (غزوہ میں جانے کے متعلق) ابھی کوئی فیصلہ نہ کرپایا تھا۔ میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ کوئی بات نہیں، میں اس کی طاقت رکھتا ہوں کہ جب جانا چاہوں فوراً تیاری کرلوں گا۔ یہ سوچ ہی میری سستی کا باعث بن گئی اور میں لمبا وقت اسی سوچ میں رہا۔ اب رسول اللہ ﷺ اور مسلمان جہاد کے لیے جارہے تھے جبکہ میں اپنی تیاری کا ابھی تک کوئی فیصلہ نہ کرسکا تھا، پھر کل بھی اسی طرح گزر گئی، حالانکہ میں نے کہا تھا کہ اگر میں آج تیاری کرتا ہوں تو پھر بھی ایک دو دن بعد میں لشکر سے جاملوں گا۔ لشکر کے جانے کے بعد بھی میں نے تیاری کی کوشش کی مگر میں کوئی فیصلہ نہ کرسکا۔ میں آج کل ہی میں رہا اور لشکر برق رفتاری سے جانب تبوک چلا گیا اور یوں غزوہ میں شرکت کے معاملہ میں مجھ سے کوتاہی سرزد ہوگئی۔ بعد میں بھی میں نے ارادہ کیا کہ ابھی کوچ کرجاؤں اور لشکر کو جاملوں، کاش! میں ایسا کرلیتا مگر میرے نصیب میں یہ نہیں تھا۔

اب رسول اللہ ﷺ کے تبوک پہ روانہ ہونے کے بعد، جب میں لوگوں میں گھومتا تو مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ اور افسوس ہوتا کہ مدینہ میں غزوہ سے پیچھے یا تو وہ لوگ رہے تھے جو

منافقت میں مبتلا تھے یا پھر وہ لوگ تھے جن کو نحیف ولاغر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہاد سے رخصت دے رکھی تھی۔

ادھر مجھے پتہ چلا کہ میری غیر حاضری کا علم رسول اللہ ﷺ کو تبوک میں پہنچ کر ہوا تھا۔ آپ نے وہاں لوگوں سے کہا: ''پتہ نہیں کعب نے کیا کیا ہے۔ کیوں شریک نہیں ہوا؟'' بنوسلمہ کے ایک آدمی نے کہا:

''یارسول اللہ! اس کی دو چادروں نے اسے روک لیا ہے۔''

[یعنی وہ بہترین پوشاک زیب تن کئے ہوگا، یہ تن آسانی اسے کیسے میدان جہاد میں آنے دیتی؟]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا:

''بھائی! آپ نے بہت نامناسب گفتگو کی ہے۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں تو ان کے متعلق حسن ظن ہے۔''

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ خاموش ہو گئے۔

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لانے ہی والے ہیں۔ اب تو میں غم کے سمندر میں ڈوب گیا، جھوٹے بہانوں کی ایک ریل میری یادداشت میں چلنے لگی اور میری سوچ کا محور ہی یہ تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی سے کیسے بچ سکتا ہوں؟ اس بارے میں جو بھی میرے اہل خانہ سے صاحب رائے تھا، اس سے میں نے مشورہ کیا کہ میں کیا کروں۔ کیسے بات کروں؟ کیا عذر پیش کروں؟

جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کا وقت بالکل قریب ہوا تو جو بھی جھوٹی ملمع سازی کے خیال پیدا ہو رہے تھے، سب دور ہو گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں جھوٹ کے ذریعہ کبھی بھی اس مشکل سے نہیں نکل سکتا۔ لہذا میں نے سچ بولنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ جب صبح اللہ کے رسول ﷺ واپس مدینہ میں تشریف لائے تو اپنی عادت مبارکہ کے مطابق سفر سے مراجعت کے

بعد سب سے پہلے آپ ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے ،اس میں دو رکعت نماز ادا کی اور عوام الناس سے میل ملاقات کے لیے بیٹھ گئے۔ جو غزوہ سے پیچھے رہنے والے تھے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر گھڑنے اور قسمیں کھانے لگے۔ یہ تقریباً اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ظاہری حالات قبول کر کے ان سے بیعت لیتے اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرما کر ان کو رخصت کر دیتے اور ان کے اندرونی حالات اللہ کے سپرد کر دیتے۔

جب میں آپ کے ہاں حاضر ہوا،اور سلام کیا تو آپ ﷺ غصے کے انداز میں زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہنے لگے:

''کعب بن مالک! قریب آ جاؤ،اور بتاؤ، پیچھے کیوں رہ گئے تھے؟ کیا سواری نہ خرید رکھی تھی؟!''

میں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسی قوت گویائی دی گئی ہے کہ اگر میں آپ کے علاوہ دنیا کے کسی بھی فرد کے سامنے بات چیت کرنے بیٹھا ہوتا تو ایسا عذر پیش کرتا کہ وہ خوش ہو جاتا اور میں اس کی ناراضگی سے پہلوتہی کرتے ہوئے بچ نکلتا لیکن اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں، مجھے معلوم ہے میں جس مقدس ہستی کے سامنے بیٹھا ہوں اگر آج غلط بیانی اور چرب لسانی سے کام لے کر اسے راضی کر لوں گا،تو عنقریب اللہ تعالیٰ (وحی کے ذریعہ) حقیقت حال کھول دے گا۔ میں عجیب کشمکش میں ہوں ، اگر میں سچ بات کرتا ہوں تو آپ مجھ سے ناراض ہوں گے ،لیکن سچائی میں مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عفو و درگزر کی امید ضرور ہے۔ حضور ﷺ! اللہ کی قسم! آپ سے پیچھے رہنے میں میرا کوئی عذر نہیں ، بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو خوشحالی اور قوت اب عطا کی ہے یہ پہلے کبھی بھی میسر نہ آئی تھی۔''

میری بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کعب نے سچ بولا ہے۔کعب جاؤاور اب اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔''

کعب کہتے ہیں کہ میں وہاں سے چل دیا تو بنوسلمہ قبیلہ کے کئی لوگ میرے پیچھے ہو لئے اور مجھ سے کہنے لگے:

''کعب! ہماری علم میں آپ نے اس سے پہلے کبھی گناہ نہیں کیا، کیا آپ ان عذر پیش کرنے والے (منافقوں) سے بھی بے بس ہیں؟ آپ بھی کوئی عذر بنا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیتے؟

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''انہوں نے مجھے اتنا ابھارا کہ میں بیان بدلنے پر آمادہ ہوگیا مگر بڑی مشکل سے میں نے خود پر قابو پایا۔میں نے لوگوں سے پوچھا:''اس معاملہ میں کوئی میرے اور ساتھی بھی زیرِعتاب ہیں؟''انہوں نے بتایا:''ہاں دو آدمی اور بھی ہیں، انہوں نے بھی آپ کی طرح سچائی ہی کا راستہ اختیار کیا ہے اور انہیں بھی وہی جواب ملا ہے جو آپ کو ملا۔''

میں نے کہا:وہ کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا:''مرارہ بن ربیع عمری اور حلال بن امیہ واقفی۔''

جب ان دو آدمیوں کا مجھے پتہ چلا جو دونوں بدری تھے،تو میں نے انہیں اپنے لیے نمونہ قرار دیا اور ان کا سن کر مجھے کچھ حوصلہ ہوا، چنانچہ میں گھر چل دیا۔ ادھر آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو ہم تینوں سے قطع تعلقی کا حکم جاری فرمادیا۔لوگوں نے فوراً اس پر عمل درآمد کیا اور ہمارے ساتھ گفتگو سے اجتناب کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے رویے تبدیل ہو گئے۔ حالت یہ ہوگئی کہ مدینہ طیبہ کی سرزمین ہمارے لیے یوں اجنبی ہوگئی جیسے ہم یہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔

پچاس دنوں تک ہماری یہی حالت رہی۔میرے دونوں ساتھی تو ہمت ہار کر گھر والوں میں بیٹھ گئے اور زاروقطار رونے لگے، میں ان کی نسبت مضبوط اور نوجوان تھا۔میں باہر آتا

اور مسلمانوں کے ساتھ عبادت میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں بھی گھوم پھر لیتا تھا، مگر مجھ سے کوئی بات کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں حاضر ہوتا، نماز کے بعد سلام کہتا اور دل میں کہتا شاید آپ کے مبارک لبوں نے جواب لوٹانے کے لیے جنبش فرمائی ہے یا نہیں؟ اور میں آپ کے قریب ہی نماز ادا کرتا اور کن اکھیوں سے نظریں چرا کر آپ کی طرف دیکھتا۔

جب ساتھیوں کی بے رخی طویل ہوگئی تو میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے ایک باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ یہ میرے چچا کے بیٹے اور بہت ہی پیارے دوست بھی تھے۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا:

''ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ جانتے نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔''

وہ اب بھی خاموش رہے، میں نے دوبارہ اللہ کا واسطہ دیا مگر وہ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے تیسری بار اللہ کا واسطہ دیا مگر ان کی مہر خاموشی نہ ٹوٹی، البتہ انہوں نے بس اتنا کہا:

''اللہ یا پھر اس کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

ان کی اس بے اعتنائی پر میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، میں دیوار سے اترا اور واپس ہولیا۔ اسی دوران میں مدینہ کے بازاروں میں سرگرداں پھر رہا تھا کہ ایک بدو جس کا تعلق شام سے تھا، اور وہ مدینہ میں اپنا اناج فروخت کرنے آیا تھا، کہہ رہا تھا:

''کون ہے جو مجھے بتائے کہ کعب بن مالک کہاں ہے؟''

لوگوں نے میری طرف اشارہ کردیا، جب وہ میرے نزدیک آیا تو اس نے مجھے غسان کے عیسائی بادشاہ کا ایک خط جو میرے نام تھا، دیا۔ اس خط میں یہ درج تھا:

''مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے ساتھی محمد ﷺ نے آپ سے بے رخی اختیار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بے وقعت نہیں بنایا کہ آپ یونہی ان گلیوں میں بے کار

ضائع ہو جائیں ۔آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں ،ہم آپ کی آپ کے شایانِ شان خاطر داری کریں گے ۔''

جب میں نے یہ خط پڑھا تو خیال کیا کہ یہ بھی ایک سخت آزمائش ہے ۔اس شخص کے سامنے ہی میں وہ رقعہ لے کر تنور پر پہنچا اور اسے جلا کر راکھ بنا دیا۔اور یہی اس کا جواب تھا۔

جب چالیس روز بیت گئے تو اچانک کیا دیکھتا ہوں رسول اللہ ﷺ کا ایک پیغام رساں میرے ہاں آتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ ۔میں نے کہا:

''کیا کروں؟ طلاق دوں یا......؟''

اس نے کہا:''نہیں اس سے علیحدہ رہو اور قریب مت جانا۔''

میرے علاوہ اس غزوہ سے پیچھے رہنے والے باقی دونوں ساتھیوں کے پاس بھی یہی پیغام پہنچ چکا تھا۔چنانچہ میں نے اپنی بیوی سے کہا:'' میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالٰی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ فرمادیں وہیں رہنا۔''

ادھر ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہلال بن امیہ تو نہایت بوڑھا ہے ۔اس کا کوئی خادم بھی نہیں ۔اگر آپ اجازت دے دیں تو میں اس کی خدمت کرتی رہوں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:''ہاں! لیکن ایک خیال رکھنا وہ تمہارے قریب نہ آئے ۔''

وہ کہنے لگی.

''اللہ کی قسم! وہ تو بے حس و حرکت پڑے ہیں اور مسلسل رو رہے ہیں ۔وہ بھلا کیا قریب آئیں گے!''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گھر والوں میں سے مجھے ایک نے یہ مشورہ دیا کہ آپ

بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیوی کے بارے میں اجازت طلب کرلیں جس طرح ھلال بن امیہ نے اپنی بیوی کے لیے اجازت طلب کی ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں اجازت طلب نہیں کروں گا، مجھے کیا معلوم! میری اجازت طلبی پر رسول اللہ ﷺ کا کیا ردعمل ہوگا کیونکہ ہلال تو بوڑھے تھے اور میں نوجوان ہوں۔''

پھر کعبؓ کہتے ہیں:

جب دس راتیں اور بیت گئیں اور ہم سے بائیکاٹ کے پچاس روز مکمل ہوگئے تو اس روز میں چھت پر فجر کی نماز پڑھ چکا تھا اور ذکر الٰہی میں مشغول تھا مگر حالت یہ تھی کہ میں اپنی جان سے بھی تنگ پڑ گیا تھا اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو رہی تھی کہ اچانک میں نے 'سَلْع' پہاڑ کی جانب سے سنا کہ ایک پکارنے والا اس پر چڑھ کر پکار رہا ہے:

''اے کعب! خوش ہو جاؤ!''

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں وہیں سجدہ ریز ہوگیا، مجھے یقین تھا کہ اب آزمائش ختم ہوگئی ہے اور کشادگی کے دن آگئے ہیں۔ نماز فجر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہماری توبہ کا اعلان فرمایا۔ لوگ ہمیں مبارک باد دینے لگے اور میرے ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری دینے والے چلے گئے اور میری جانب ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور پہاڑ پر چڑھ دوڑا اور مبارک باد دینے لگا۔ اس کی آواز اس کے گھوڑے سے بھی زیادہ تیز رفتار تھی۔ جب میرے پاس خوشخبری دینے والا پہنچا تو میں نے اس خوشی میں اپنا لباس اتار کر اسے دے دیا۔ اس لباس کے سوا میرے پاس اس وقت اور کوئی چیز میسر نہ تھی، میں نے کسی سے مانگ کر لباس زیب تن کیا او ررسول اللہ ﷺ کی جانب چل دیا۔ راستے میں لوگ بڑی گرمجوشی سے مجھے مل رہے تھے اور توبہ کی قبولیت پر مبارکباد دے رہے تھے۔''

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا۔رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔آپ کے اردگرد لوگ جمع تھے۔طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر گرمجوشی سے میرے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور مجھے مبارک باد پیش کرتے ہیں،مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی ایسے جوش وخروش سے مجھے نہ ملا تھا۔طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ انداز ملاقات میں کبھی نہیں بلا سکتا۔

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے داخل ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا۔رسول اللہ ﷺ نے نہایت خوشی سے فرمایا:''اے کعب! جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہے تب سے آج تک اس سے بہتر دن تجھے نصیب نہ ہوا ہوگا۔آج تمہارے لیے بشارت ہے۔''

میں نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول! کیا یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟'' آپؐ نے فرمایا: نہیں! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

کعب فرماتے ہیں کہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو خوشی کا پیغام ملتا تو آپ کا رخ زیبا اس قدر نور برسانے لگتا کہ گویا کہ ماہتاب کا ٹکڑا ہے۔یہ آپؐ کے خوش ہونے کی علامت تھی۔جب میں آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا تو میں نے کہا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے صدقہ کر دوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:''بہتر یہ ہے کہ مال کا کچھ حصہ اپنے پاس بھی رکھو۔''

میں نے کہا:''میں اپنا خیبر والا حصہ رکھ لیتا ہوں۔''

پھر میں نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے سچائی کی بدولت نجات ملی ہے۔اب میں عہد کرتا ہوں کہ پوری زندگی سچ پر کاربند رہوں گا۔کعب فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا، تب سے میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو جتنی نوازشات اس کی مجھ

پر سچ بولنے کی وجہ سے ہوئی ہیں۔اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو عہد کیا ہے تب سے آج تک میں نے جھوٹ کا ارادہ تک بھی نہیں کیا اور مجھے کامل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بقیہ زندگی بھی جھوٹ سے محفوظ رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر ہمارے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی تھی:

﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾[التوبہ:۱۱۷تا۱۱۹]

”بے شک اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو معاف کر دیا اور مہاجرین اور انصار کو جنہوں نے سخت وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا جب کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھ کا شکار ہو گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو (دوبارہ) معاف کیا کیونکہ وہ ان پر بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے اور (اللہ نے) ان تین شخصوں کو (بھی معاف کر دیا) جو ڈھیل میں ڈال دیئے گئے تھے، یہاں تک کہ جب زمین (اتنی) کشادہ ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جان ان پر تنگ ہوگئی اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ (کے عذاب یا غصے) سے کہیں پناہ نہیں مگر اسی کے پاس۔بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! مجھ پر اللہ تعالیٰ کا اسلام کے بعد سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ کہا، جھوٹ نہ کہا ورنہ میں بھی جھوٹوں کی مانند تباہ ہو جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (اس جنگ تبوک کے موقع پر) جھوٹ بولنے والوں کو بہت برا قرار دیا، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴾ [التوبہ:٩٥-٩٦]

"(مسلمانو!) جب تم ان (منافقوں) کے پاس لوٹ جاؤ گے تو یہ تم سے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تا کہ ان سے درگزر کرو۔ اچھا تو تم ان سے الگ ہی رہو۔ کیونکہ یہ گندے (ناپاک) ہیں اور جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے اس کے بدلہ میں ان کا ٹھکانہ دوزخ میں ہے۔ وہ قسمیں اس لیے کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، اگر تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تو (پھر بھی ان) فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوسکتا۔"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم تین صحابہ تھے جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا جبکہ ان منافقوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائیں تو ان کی بات آپ نے قبول کر لی۔ ان سے بیعت بھی لی اور ان کے لیے استغفار بھی کیا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے کہا "وہ تین جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا۔"

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا غزوہ تبوک میں مؤخر رہنے کا ذکر کیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائیں اور عذر لنگ پیش کئے، انہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما کر اسی وقت چھوڑ دیا تھا، مگر ان کے مقابلہ میں ہماری توبہ کا معاملہ (پچاس دن تک) مؤخر رہا تھا۔"[1]

......☆......

(۱) [صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالك (ح٤٤١٨) صحیح مسلم: کتاب التوبة: باب حدیث کعب بن مالك وصاحبيه (ح٢٧٦٩)]

تقویٰ کی برکتیں

ایک نوجوان تھا جو تھا تو متقی مگر ذرا اس میں غفلت تھی ۔وہ کسی شیخ کے پاس طلبِ علم کے لیے گیا۔جب اس نے شیخ سے علم کا کافی حصہ حاصل کرلیا تو شیخ نے اس سے اور اس کے دوسرے ساتھیوں سے کہا:

''بیٹو! اب لوگوں کا دستِ نگر بن کر نہ رہنا کیونکہ جو عالم دنیا داروں کے سامنے دستِ سوال پھیلاتا ہے اس سے خیر کی توقع نہ کی جاسکتی ۔اب تم سب چلے جاؤ اور وہ ہنر اختیار کرو جو تمہارے باپوں نے اختیار کرر کھا تھا،اور اس میں اللہ کا خوف مدنظر رکھنا۔''

گھر واپس آنے کے بعد وہ نوجوان اپنی والدہ کے پاس گیا اور اس سے پوچھنے لگا کہ میرے ابا جان کیا کام کیا کرتے تھے۔اس کی ماں بے چین سی ہوگئی اور کہنے لگی:

'تیرا باپ تو رب کی جوار رحمت میں چلا گیا ہے مگر بتا تجھے باپ کے کام کے متعلق کیوں دریافت کرنا پڑا ہے؟

وہ ماں کے سامنے اصرار کرتا رہا،مگر ماں ٹالتی رہی ،مگر جب بات کرنے پر اس لڑکے نے مجبور کردیا تو اس کی ماں نے بادلِ نخواستہ کہا:''تیرا باپ چور تھا!''

پھر لڑکے نے بتایا کہ:''اصل بات یہ ہے کہ ہمارے شیخ نے ہمیں کہا تھا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے باپ کا پیشہ اختیار کرے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا (تقویٰ) خوف پیش نظر رکھے''

ماں نے کہا:

''بیٹا افسوس ہے بھلا چوری کے پیشے میں تقویٰ کا کیا کام؟!''

لڑکا ذرا موٹی عقل کا تھا ماں سے کہنے لگا:

"بس میرے شیخ نے یہی کہا ہے، اور میں یہی پیشہ اختیار کروں گا۔"

اب وہ گیا، اور محلے کے چوروں سے چوری کے گر سیکھنے لگا، اور معلومات لیتا رہا، یہاں تک کہ اسے چوری کرنے میں مہارت حاصل ہوگئی۔ ایک دن اس نے چوری کا سامان تیار کیا، عشاء کی نماز پڑھی اور اندھیرا پھیلنے کے انتظار میں بیٹھ رہا، یہاں تک کہ لوگ سو گئے۔ اب وہ اپنے باپ والے 'پیشے' میں مشغول ہونے والا تھا کیونکہ اس کے خیال میں یہ اس کے شیخ کی نصیحت تھی، جس پر وہ عمل کرنا چاہتا تھا!

اس لڑکے نے سوچا کہ چوری کا آغاز اپنے ہمسائے کے گھر سے کرنا چاہیے مگر اس سوچ کے ساتھ جب وہ لڑکا اپنے ہمسائے کے گھر میں داخل ہونے لگا تو اسے یاد آیا کہ شیخ نے ساتھ تقویٰ کا حکم بھی دیا تھا اور پڑوسی کو اذیت دینا تو تقویٰ نہیں ہوسکتا، چنانچہ یہ سوچ کر وہ اس گھر کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

اب وہ دوسرے گھر میں جانے لگا، تو دل میں خیال آیا کہ "یہ تو یتیموں کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا مال کھانے سے روکا ہے۔" یہ سوچ کر وہ اس گھر میں بھی داخل نہ ہوا۔

وہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ ایک مالدار تاجر کے گھر پہنچا جہاں کوئی چوکیدار بھی نہ تھا۔ اس نے لوگوں سے سن رکھا تھا کہ اس گھر کے مالک کے پاس بڑا مال ہے۔ کہنے لگا: "یہاں سے اپنے کام کا آغاز کرتا ہوں" چنانچہ وہ باہر کے بڑے دروازے کو چابیاں لگا کر کھولنے کی کوشش کرنے لگا، بالآخر اس نے دروازہ کھول لیا، اندر داخل ہوا تو دیکھتا ہے بہت وسیع و عریض گھر ہے اور اس میں بہت سے کمرے ہیں۔ وہ اس گھر میں گھومتا رہا اور مال تلاش کرنے لگا حتیٰ کہ وہ مال والی جگہ تک پہنچ گیا۔ وہاں اس نے ایک صندوق کھولا تو اس میں سونا، چاندی، اور بے شمار نقدی تھی۔ جب اس نے وہاں سے مال اٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو ساتھ ہی اسے یاد آ گیا کہ شیخ نے حکم دیا تھا کہ تقویٰ اختیار کرنا اور ہوسکتا ہے اس تاجر نے زکاۃ ہی نہ نکالی ہو، لہذا پہلے تو ہمیں اس کی زکوۃ نکالنی چاہیے۔

یہ سوچ کر اس نے کچھ نقدی کی دفتریاں لیں اور ایک چھوٹا سادیا جلا کر انہیں ساتھ لے آیا۔اور ایک جگہ بیٹھ کران دفتریوں کو پلٹنے اور شمار کرنے لگا۔وہ حساب کا ماہر تھا،اس نے مال شمار کیا اوراس کی متعلقہ زکوۃ الگ رکھ لی۔ دفتریاں چونکہ بہت زیادہ تھیں اس لیے اسے زکوۃ کی مقدار علیحدہ کرنے اور حساب کتاب کرنے میں کئی گھنٹے گزر گئے ،جب اس نے غور کیا تو دیکھا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔کہنے لگا:

اللہ کا خوف اور تقویٰ تقاضا کرتا ہے کہ پہلے نماز ادا کی جائے،چنانچہ وہ گھر کے صحن میں گیا، وہاں موجود ایک تالاب سے وضو کیا اور جہری آواز سے نماز شروع کردی۔ادھر گھر کے مالک نے اس کی قرأت سنی تو ادھر متوجہ ہوا۔دیکھا تو یہ منظر اسے بہت ہی عجیب وغریب لگا کہ دیا جل رہا ہے ،اور مال والے صندوق کھلے ہوئے ہیں اور ایک آدمی نماز میں مشغول ہے۔اس کی بیوی بھی وہاں آ پہنچی ،اس منظر کو دیکھ کر اس نے کہا:"یہ کیا ماجرا ہے؟"

گھر کا مالک کہنے لگا:

"اللہ کی قسم! مجھے کچھ بجھائی نہیں دے رہا۔"

پھر وہ اس چور لڑکے کے پاس گیا اور کہنے لگا:

"بہت افسوس ہے بھائی! آپ کون ہو؟اور یہ کیا کر رہے ہو؟"

چور نے کہا:

"پہلے نماز،بعد میں بات۔لہذا آگے ہو کر نماز پڑھائیں کیونکہ امامت کا حقدار گھر کا مالک ہوتا ہے۔"

گھر کا مالک تو خوف زدہ تھا کہ کہیں یہ مسلح نہ ہو،چنانچہ وہ اس کی بات مان گیا۔لیکن اللہ ہی کو معلوم ہے اس نے کیسے نماز ادا کی ۔جب نماز مکمل ہوگئی تو گھر والے نے کہا:

"اب مجھے بتاؤ تم کون ہو اور کیا لینے آئے ہو؟"

اس لڑکے نے کہا:

''میں چور ہوں۔''

مالک نے کہا: ''آپ میری ان دفتریوں کے ساتھ کیا کررہے تھے؟''

چور نے کہا:

''میں اس کی چھ سال کی زکاۃ، جو آپ نے نہیں دی شمار کررہا تھا اور میں نے اسے شمار کرکے الگ کردیا ہے تاکہ اس کو اس کے مصرف میں استعمال کیا جاسکے۔''

گھر کا مالک تعجب سے پاگل ہورہا تھا۔ اس نے کہا:

''تجھے کس طرح پتہ ہے کہ چھ سال کی زکاۃ نہیں دی گئی؟ کہیں تو پاگل تو نہیں ہے؟!''

لیکن اس لڑکے نے فوراً سب کچھ ثابت کر بتایا۔ جب تاجر نے اس کی بات سنی اور اس کے حساب کا ضبط دیکھا اور سچی گفتگو دیکھی اور اپنے مال کی زکاۃ ادا کرنے کا فائدہ دیکھا تو بیوی کے پاس جاکر بات چیت کی، اس مالک کی ایک بیٹی بھی تھی چنانچہ وہ مالک واپس آیا اور اس چور سے کہا:

''اگر آپ پسند کریں تو میری بیٹی ہے میں آپ کے ساتھ اس کی شادی کردوں اور آپ کو اپنا سیکٹری رکھ لوں۔ آپ کو اور آپ کی امی کو میں اپنے گھر رکھ لوں اور اس کاروبار میں شریک کرلوں۔''

اس چور نے کہا:

''مجھے قبول ہے۔''

صبح ہوئی تو گواہوں کو اطلاع دی گئی اور اس کا اس لڑکی سے عقد نکاح باندھ دیا گیا۔ اس طرح تقویٰ اور سچ کی بدولت چور اس گھر کا مالک بن گیا۔ [1]

......☆......

(۱) [از قلم: علامہ طنطاوی بحوالہ: من ترك لله شيئا]

ایثار کا انعام

معروف تاریخ نگار علامہ واقدی سے منقول ہے کہ

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں سخت تنگدستی کا شکار ہوگیا۔ادھر رمضان المبارک بھی شروع ہو چکا تھا،اور میرے پاس کوئی خرچہ نہ تھا۔میں بہت دل برداشتہ ہوا،میں نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا جو کہ علوی (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب) تھا،اور اس سے میں نے ایک ہزار درہم بطور قرض مانگے ۔اس نے ایک مہر زدہ تھیلی میں ایک ہزار درہم بند کر کے میرے پاس بھیج دیئے ،میں نے ان کو اپنے پاس رکھ چھوڑا۔

اسی دن پچھلے پہر ایسا ہوا کہ میرے ایک اور دوست کا میرے نام رقعہ آ گیا،اسے پڑھا تو وہ بھی مجھ سے مطالبہ کر رہا تھا کہ میں اس سے رمضان المبارک کے لیے ایک ہزار درہم کا تعاون کروں ۔چنانچہ میں نے وہی مہر زدہ تھیلی اسی طرح اس کی جانب بھیج دی۔

جب دوسرا دن ہوا تو میرے پاس میرا وہ دوست آیا جس نے مجھ سے قرض لیا تھا،اور اس کے ساتھ وہ علوی شخص بھی آ گیا جس سے میں نے قرض مانگا تھا۔علوی نے مجھ سے درہموں کے متعلق دریافت کیا،تو میں نے کہا:

''میں نے انہیں اہم کام میں صرف کر دیا ہے۔''

اس نے مہر والی تھیلی نکالی ،اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا:

''اللہ کی قسم!یہ ماہ مبارک قریب آ رہا ہے اور میرے پاس صرف یہی درہم تھے جب آپ نے میری جانب رقعہ لکھا تو میں نے یہ آپ کی خدمت میں بھیج دیئے ۔اس کے بعد میں نے اپنے اس دوست کو لکھا کہ مجھے ایک ہزار درہم قرض چاہئے تو اس نے یہی تھیلی مجھے

ارسال کردی ۔ میں نے اس سے حقیقتِ حال پوچھی تو اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا ۔اب ہم آئے ہیں کہ اسے تینوں باہم مل کر تقسیم کرلیں اور اپنی ضروریات کے لیے انہیں خرچ کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے رزق میں فراخی وکشادگی پیدا کردیں ۔

واقدی کہتے ہیں کہ میں نے ان دونوں سے کہا:

ہمیں کیا معلوم ہم میں سے کون زیادہ معتزز ہے ۔چنانچہ ہم نے انہیں تقسیم کردیا،اور رمضان المبارک کا مہینہ آپہنچا تو میں نے اپنے حصے سے بھی زیادہ خرچ کردیا۔میرا سینہ تنگ ہوا،اور میں بے چین سا ہوگیا۔میں اسی پریشانی میں تھا کہ اس دوران یحییٰ بن خالد برکی نے اس دن کی سحری کا کھانا اپنے ہاں کھانے کا مجھے پیغام بھیجا۔میں وہاں چلا گیا ۔میں وہاں پہنچا تو وہ مجھے کہنے لگا:

''واقدی !میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تو ایسی حالت میں ہے جو شدید غم کا پتہ دیتی ہے ۔لگتا ہے تو سخت اذیت میں ہے،لہذا ہمارے سامنے اپنا معاملہ کھول کر بیان کرو۔''

میں نے سارے معاملہ کی وضاحت کردی ،جب خالد نے اس ایثار کا عجیب وغریب واقعہ سنا تو اس نے اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ مجھے تیس ہزار درہم دیئے جائیں اور میرے ان دونوں ساتھیوں کو بیس بیس ہزار دیئے جائیں اور ساتھ مجھے عہدہ قضا بھی تفویض فرمایا۔یہ میرے لیے بڑا اعزاز تھا۔(۱)

نیکی کرنے والوں کو عرش کا سایہ ملے گا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّهٗ :الإمَامُ العَادِلُ ، وَشَابٌ نَشَأَفِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ [اِذَاخَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ]وَرَجُلٌ

(۱) [الفرج بعد الشدة (ج۲ ص۳۳)]

ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاه وَرَجُلَانِ تَحَابَّافِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفٰى حَتّٰى لَاتَعْلَمَ شِمَالُهُ مَاتُنْفِقُ يَمِيْنُهُ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ))[1]

''سات خوش نصیب ایسے ہیں جو اس دن اللہ تعالٰی کے سائے میں ہوں گے جس دن کوئی اس کے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا: (اور وہ سات آدمی یہ ہیں)

ا۔عادل حکمران۔

۲۔ایک وہ نوجوان جو عبادت الٰہی میں پروان چڑھتا ہے۔

۳۔وہ آدمی جس کا دل مسجد سے وابستہ ہوجاتا ہے۔[مسجد سے باہر جانے کے بعد واپس لوٹنے تک یہی کیفیت رہتی ہے۔]

۴۔وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالٰی کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھیں اللہ کے خوف سے آبدیدہ ہوجاتی ہیں۔

۵۔وہ دو آدمی جو آپس میں اللہ تعالٰی کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔اسی اللہ کی رضا کی خاطر وہ اکھٹے ہوتے ہیں اور اسی کیفیت پر وہ جدا ہوتے ہیں۔

۶۔ایک وہ آدمی جو صدقہ اس قدر پوشیدہ کرتا ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے خرچ کرنے سے واقف نہیں ہوتا۔

۷۔اور ایک وہ آدمی، جسے منصب وجمال والی عورت دعوت گناہ دیتی ہے، مگر وہ کہتا ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (لہذا یہ گناہ کا کام ہرگز نہ کروں گا۔)

......☆......

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ (ح ٦٦٠) صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ: باب فضل اخفاء الصدقۃ (ح ١٠٣١)]

حسن سلوک کا انعام!

شریف ابوالحسن، محمد بن عمر علوی اپنے بارے میں کہتا ہے کہ

میں فارس کے علاقہ نیشاپور کے گردنواح میں واقع خوست کے ایک قلعہ میں نظر بند تھا۔ عضدالدولۃ خلیفہ نے مجھے وہاں قید کیا ہوا تھا۔قلعہ کا نگران جس کے میں سپرد کیا گیا تھا وہ مجھ سے کافی مانوس ہوگیا تھا۔میری اس سے گپ شپ بھی ہوا کرتی تھی۔ ایک دن اس نے مجھے واقعہ سنایا کہ یہ قلعہ جس میں تو نظر بند ہے، یہ اس علاقے کے ایک چرواہے کی ملکیت میں تھا۔ایک وقت آیا کہ وہ چرواہاڈاکوؤں کا سردار بن گیا اور اس نے اسے ڈاکوؤں اور چوروں کی پناہ گاہ بنادیا۔علاقے کے تمام چوراس میں اکٹھے ہوگئے۔ان چوروں کے ذریعے وہ گرد ونواح کے علاقوں میں غارتگری کیا کرتا تھا۔رات کو یہاں سے ماہر چوراورڈاکو نکلتے جوراہزنی کرتے، بستیوں کوتاراج کرتے اورفساد بپاکر کے واپس اس قلعے میں لوٹ آتے۔ ان کا شر حد سے بڑھ گیااوران سے بچاؤ کی کوئی تدبیر ممکن نظرنہ آتی تھی۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ابوالفضل بن عمید جو'طالبین' گروہ کا لیڈر تھا،صاحب ثروت اورعوام میں اثر ورسوخ رکھنے والاتھا، اس نے کافی عرصہ اس قلع کا محاصرہ کئے رکھااور بالآخراسے فتح کر کے عضدالدولۃ کے حوالے کردیا۔

چوروں کا یہ قلعہ ایک بہت بڑے پہاڑ پر واقع تھا، جب کہ ابوالفضل اس قلعے کے برابر دوسرے پہاڑ پرٹھہراہوا تھا۔ ابوالفضل نے جب ان کا محاصرہ کیاتواس دوران یہ چور قلعہ سے نیچے اترتے اوراس سے جنگ آزماہوا کرتے تھے۔ایک حملے کے دوران تقریبا پچاس چوروں کوابوالفضل پکڑنے میں کامیاب ہوگیا۔اس کاارادہ تھا کہ ان سب کوقتل کردے تاکہ قلعہ کے اندر موجود باقی چوراس سے مرعوب ہوجائیں۔ابوالفضل نے حکم دیا کہ تمام قیدی

چوروں کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دیا جائے تاکہ ان میں سے ہر ایک زمین تک پہنچتے ہوئے پتھر سے کچلا جائے۔

ابوالفضل کے حکم سے ہر چور کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا، یہاں تک کہ ایک نوجوان کی باری آئی جس کا شباب جوانی عروج پر تھا۔ جب اسے پہاڑ سے نیچے پھینکا گیا تو اس کی قسمت کہ وہ زمین تک صحیح سلامت پہنچ گیا، اس کی مشکیں جس رسی سے باندھی گئی تھیں وہ رسی بھی کٹ گئی، البتہ پاؤں کی رسیاں اور بیڑیاں موجود تھیں۔ وہ نوجوان اپنی بیڑیوں میں خود چل کر رہائی کا طلب گار ہوا۔ ابوالفضل کے فوجیوں نے یہ معجزانہ منظر دیکھ کر عظمت کا اظہار کرتے ہوئے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور قلعہ والے بھی نعرہ تکبیر بلند کرنے لگے کہ یہ بچ کیسے گیا ہے؟!

ادھر ابوالفضل غضبناک ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ اس نوجوان کو واپس لاؤ، اور اس کی مشکیں کس دو اور اسے دوبارہ پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر نیچے گرادو۔ حاضرین میں سے بعض نے مطالبہ کیا کہ اس نوجوان کو معاف کر دیا جائے لیکن ابوالفضل نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔ لوگوں نے زیادہ ہی اصرار کیا تو ابوالفضل نے قسم کھالی کہ وہ دوبارہ اسے ضرور پھینکے گا، چنانچہ وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ جب دوبارہ اسے پھینکا گیا تو وہ نوجوان پھر بچ گیا۔ اب وہاں موجود لوگوں کی تکبیر و تہلیل کی گونج پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں اٹھی۔ اور انہوں نے ابوالفضل سے کہا: ''اب تو آپ اسے ضرور معاف کر دیں۔'' بلکہ بعض تو آبدیدہ ہو کر سفارش کرنے لگے۔ ابوالفضل خود بھی شرمندہ ہوا اور وہ متعجب بھی تھا، بہر حال اس نے حکم دیا کہ اس نوجوان کو بلا روک ٹوک چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا، اس کی بیڑیاں اتار دی گئیں اور اسے اچھا لباس پہنا دیا گیا۔

بعد میں ابوالفضل نے اس نوجوان سے کہا: ''اے جوان! سچ سچ بتا تیرا اپنے رب سے وہ کون سا خفیہ تعلق ہے جو تیری نجات کا ذریعہ بن گیا ہے۔'' اس نوجوان نے کہا:

''مجھے اپنی نجات کے سبب کا زیادہ علم تو نہیں البتہ مجھے یہ معلوم ہے کہ ابھی میں نوخیز لڑکا تھا،اور اپنے اس استاد کے پاس تھا جسے آپ نے مروادیا ہے۔وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر جایا کرتا تھا اور ہم ڈاکہ زنی بھی کرتے تھے،عزتیں بھی پامال کرتے اور جو کچھ ملتا ہم چھین لیتے تھے۔ان کاموں میں اگر میں اس کی حکم عدولی کرتا تو وہ مجھے اذیت دیتا اور قتل کی دھمکیاں دیتا تھا۔ابوالفضل نے کہا: کیا تو نماز روزہ کا پابند تھا؟''

نوجوان نے کہا:''مجھے نماز روزے سے کوئی آشنائی نہ تھی۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی روزہ رکھتا یا نماز پڑھتا تھا۔''

ابوالفضل نے کہا:''افسوس ہے پھر تجھے اس ہولناک موت کی وادی سے اللہ تعالیٰ نے کس عمل کے ذریعہ بچایا ہے؟! کیا کوئی صدقہ وخیرات کیا کرتا تھا؟''

نوجوان نے کہا:''ہمارے پاس صدقہ لینے آتا کون تھا،ہم تو خود ڈاکو تھے؟''

ابوالفضل نے اس سے کہا: مزید غور کر اور کچھ یاد کر،شاید تیری کوئی ایسی نیکی ہو،اگر یاد پڑے تو مجھے ضرور بتا،خواہ کوئی چھوٹی سی نیکی ہی کیوں نہ ہو۔اس نوجوان نے کچھ سوچا، پھر بولا: ہاں! میرے ڈاکو استاد نے چند سال پہلے ایک آدمی کو کسی راستے میں پکڑا تھا، اس سے سب کچھ چھین کر اسے اپنے قلعے میں لے آیا اور اس سے کہا:

''اپنا سارا مال دے دو اور اپنی جان بچالو ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔''

اس آدمی نے کہا:''اس دنیا میں میرا جتنا بھی مال تھا وہ تو تم نے لے لیا اور اب تو میں کسی چیز کا بھی مالک نہیں رہا۔''

میرے اس استاد نے اسے بڑی اذیت دی لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہا۔پھر ایک دن تو استاد نے اس کی سزا کی انتہا کر دی مگر وہ آدمی بے چارا قسمیں کھاتا رہا کہ اس کے سوا میرے پاس دنیا میں کوئی اور مال نہیں اور شہر میں جہاں میں رہتا ہوں، وہاں صرف اہل وعیال کے لیے ایک ماہ کا راشن تھا جو اب ختم ہو چکا ہوگا بلکہ اب تو میرے اور میرے اہل

وعیال کے لیے صدقہ لینا بھی حلال ہوگیا ہے۔جب میرے استاد کو یقین ہو چکا کہ یہ سچا ہے تو اس نے مجھے کہا: ''اسے نیچے لے جا اور فلاں جگہ لے جا کر ذبح کر دے اور اس کا سر میرے پاس لے آ۔''

نوجوان کہتا ہے: میں نے اس آدمی کو پکڑ لیا اور قلعہ سے نیچے اتارا، جب اس نے دیکھا کہ میں اسے کھینچ کر لے جارہا ہوں تو کہنے لگا: مجھے کہاں لے کر جارہے ہو؟ اور تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہو؟''

میں نے اسے صاف صاف بتادیا کہ میرے استاد نے تیرے بارے میں یہ حکم دیا ہے۔ وہ بے چارہ سخت آہ وبکا کرنے لگا، اور میرے سامنے اللہ کا واسطہ ڈالنے لگا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، مجھے معاف کردو، اپنے استاد کے اس ظالمانہ حکم پر عمل نہ کرو، وہ مجھے خوف الٰہی کا مظاہرہ کرنے اور ترس کھانے کی درخواست کرنے لگا اور بتانے لگا کہ جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ویسی ہی کوئی مصیبت ضرور دور کرتے ہیں!

پھر وہ نوجوان کہتا ہے کہ اس کی اس رقت انگیز منت سماجت سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ترس پیدا کردیا مگر میں نے اس سے کہا: ''اگر میں تیرا سر لے کر نہ گیا تو میرا استاد مجھے قتل کردے گا اور پھر تجھے بھی پکڑ کر قتل کردے گا۔''

وہ قیدی کہنے لگا: ''اے نوجوان! مجھے آزاد کردے اور اپنے استاد کے پاس کچھ دیر بعد چلے جانا، اتنی دیر میں میں بھاگ جاؤں گا اور وہ مجھے پکڑ نہ سکے گا اور اگر وہ بالفرض مجھے پکڑ بھی لے گا تو میرے خون ناحق سے تو سبکدوش ہوگا۔امید ہے تیرا استاد تجھ سے محبت کی وجہ سے تجھے قتل نہ کرے۔اور اس نیکی کا تجھے بہت زیادہ اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی اور احسان کو ضائع نہیں کرتے۔''

اس کی ان باتوں سے میری رقت قلبی میں اور اضافہ ہوا، میں نے ایک تجویز دی کہ

"ایک پتھر لے اور میرے سر میں مار دے، تاکہ میرا خون بہہ نکلے۔ بعد میں میں یہاں بیٹھا رہوں گا۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تو چند میل دور چلا گیا ہے تو میں پھر قلع کی طرف واپس چلا جاؤں گا اور اپنے استاد کے سامنے کوئی بہانہ پیش کر دوں گا۔"

قیدی کہنے لگا: "میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اپنی رہائی کا تجھے یہ صلہ دوں کہ تیرا سر زخمی کر جاؤں۔" میں نے اسے کہا: "میری اور تیری رہائی کا اس کے علاوہ حل اور کوئی نہیں۔ بس یہی ایک حل ہے۔"

چنانچہ میری اس تجویز پر اس نے عمل کیا۔ میرے سر میں پتھر مارا اور زخمی سر چھوڑ کر وہ دوڑ گیا جبکہ میں اسی جگہ بیٹھا رہا۔ جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ وہ کافی دور نکل چکا ہے تو میں خون سے بھیگا ہوا اپنے استاد کے پاس آیا، تو وہ کہنے لگا: "کیا ہوا، قیدی کا سر کہاں ہے؟"

میں نے کہا: "آپ نے تو کوئی جن میرے سپرد کیا تھا، وہ کوئی آدمی نہیں تھا۔ جب میں اسے لے کر جائے قتل پر پہنچا تو اس نے مجھے دبوچ لیا، مجھے زمین پر گرا کر میرا سر پتھر سے پھوڑا اور خود بھاگ نکلا، آپ دیکھ نہیں رہے کہ میں زخمی ہوں اور میں غشی کی حالت میں اب تک وہیں پڑا رہا جب میرا خون بند ہوا اور قوت بحال ہوئی تو میں وہاں سے اٹھ کر آیا ہوں۔"

میرے استاد نے اپنے دوسرے کارندوں کو اس شخص کے پیچھے دوڑایا۔ دو تین دن تک وہ اس کی تلاش میں رہے مگر اس کا نشان تک نہ پایا۔ پھر وہ ناکام واپس لوٹ آئے۔ اس کے بعد اس مفرور قیدی کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اس کا کیا بنا؟ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ وہ لڑکا کہنے لگا: "اگر میرے کسی عمل کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کی موت سے بچایا ہے تو وہ یہی عمل ہو سکتا ہے۔"

چنانچہ ابوالفضل نے اس نوجوان کو اپنے قریبی ساتھیوں میں شامل کر لیا اور اپنا خصوصی مشیر مقرر کر لیا۔ [ایضاً]

امانت داری کا انعام

قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میں مکہ مکرمہ کے قرب وجوار میں رہتا تھا۔ مجھے ایک دن سخت بھوک لگی، کوئی چیز میسر بھی نہ تھی کہ جس سے میں بھوک دور کرسکوں۔ اسی دن مجھے ایک ریشمی تھیلی ملی جو ریشم ہی کے منہ بند (پھندنے) کے ساتھ بندھی ہوئی تھی، میں نے وہ اٹھائی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب میں نے اسے کھولا تو دیکھا کہ اس میں ایک قیمتی موتیوں کی مالا ہے۔ میں نے اس جیسی مالا کبھی نہ دیکھی تھی۔ پھر جب میں شام کو گھر سے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اسی کی گمشدگی کا اعلان کررہا ہے اور اس کے پاس ایک رومال تھا جس میں پانچ سو دینار تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا:

"یہ پانچ سو دینار اسے دوں گا جو میری وہ تھیلی واپس دے گا جس میں موتیوں کی مالا ہے۔"

میں نے دل میں کہا:

"میں ضرورت مند بھی ہوں اور بھوکا بھی، میں یہ سونے کے دینار لے لیتا ہوں جو میرے کام بھی آئیں گے، اس تھیلی کو بھلا میں نے کیا کرنا ہے!"

میں اس بوڑھے کے پاس گیا اور اس سے کہا: "آپ میرے ساتھ چلیں۔"

میں نے اسے ساتھ لیا اور اپنے گھر لے آیا۔ اس نے مجھے تھیلی اور اس کے پھندنے کی نشانی بتائی اور اس میں موجود موتیوں کی نشانی اور ان کی تعداد بھی درست بتائی۔ چنانچہ میں نے وہ تھیلی نکال کر اسے تھمادی۔ اس نے مجھے پانچ سو دینار دینا چاہے لیکن میرے ضمیر نے

گوارا نہ کیا کہ میں وہ دینار وصول کروں۔ میں نے کہا:

"یہ تو میرا فرض تھا کہ میں اسے واپس کرتا، لہٰذا میں اس کا کوئی صلہ نہیں لینا چاہتا۔"

اس نے مجھ سے کہا "یہ تو آپ کو ضرور لینا ہوں گے۔"

اس نے بڑا اصرار کیا مگر میں نے بھی وہ دینار قبول نہ کیے، چنانچہ وہ مجھے اسی حال میں چھوڑ کر چلا گیا۔

پھر یہ ہوا کہ ایک مرتبہ کسی سفر کے سلسلہ میں میں مکہ مکرمہ سے نکلا، سمندری سفر شروع کیا، راستے میں کشتی ٹوٹ گئی اور لوگ غرق ہونے لگے، میں نے کشتی کے ایک ٹکڑے پر خود کو سوار کر لیا، کچھ عرصہ اسی تختہ پر سمندر میں رہا، اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ پھر میں مسلمانوں کے ایک جزیرے میں جا پہنچا، اس میں لوگ آباد تھے۔ میں نے ایک مسجد دیکھی اور وہاں جا کر بیٹھ گیا، اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔

مجھ اجنبی کو وہاں دیکھ کر اور میری قرأت سن کر لوگ وہاں جمع ہو گئے، اس جزیرہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو وہاں نہ آیا ہو۔ لوگوں نے میری خاطر تواضع کی اور مجھ سے کہنے لگے:

"ہمیں بھی قرآن سکھا دو۔"

میں نے وہاں کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ ان لوگوں سے مجھے وافر مقدار میں مال حاصل ہوا۔

پھر مجھے لوگوں نے کہا: کیا آپ اچھی لکھائی کر لیتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، تو وہ کہنے لگے: ہمیں بھی لکھنا سکھا دو۔ یہ کہہ کر وہ چھوٹے بچوں اور نوجوانوں کو لے آئے۔ میں نے انہیں رسم الخط کا طریقہ بتایا۔ مجھے اس سے بھی بہت کچھ ملا۔ پھر وہ کہنے لگے:

"ہمارے ہاں ایک یتیم بچی ہے جو حسن و جمال کے علاوہ وافر مال و دولت بھی رکھتی ہے ہمارا خیال ہے کہ ہم آپ کی اس سے شادی کر دیں۔"

میں نے انکار کر دیا مگر انہوں نے اصرار کیا کہ یہ کام آپ کو ضرور کرنا پڑے گا۔ بالآخر

مجھے ان کی بات ماننا پڑی، شادی ہوگئی تو جب انہوں نے میرے ہاں اس کو رخصت کر کے بھیجا تو میں نے دیکھا کہ بالکل اسی طرح کا ہار اس کے زیب گلو بنا ہوا تھا، جو کسی دور میں مجھے ملا تھا اور میں نے اس کے مالک کو بغیر کسی انعام کے واپس کر دیا تھا۔

میں ہر چیز سے بے خبر ہو کر اسی مالا کو دیکھنے میں مصروف تھا، لوگوں کو جب علم ہوا تو وہ کہنے لگے:

''جناب! آپ تو یہ مالا ہی دیکھتے رہے، اس یتیم بچی کو تو آپ نے قابل توجہ ہی نہ سمجھا، اس طرح اس کی دل شکنی ہوگی۔''

میں نے ان کے سامنے وہ سارا واقعہ بیان کر دیا جو مکہ مکرمہ میں میرے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس پر وہ بھی بڑے حیران ہوئے۔ میں نے کہا: ''یہ ہار تم تک کیسے پہنچا؟''

وہ کہنے لگے کہ جس بوڑھے نے یہ ہار آپ سے لیا تھا وہ اس بچی کا باپ تھا، وہ یہ کہا کرتا تھا کہ

''میں نے دنیا میں اگر کوئی صحیح مسلمان پایا ہے تو اس شخص کو پایا ہے جس نے میرا یہ ہار واپس کیا ہے۔ اور وہ یہ دعا بھی کیا کرتا تھا کہ اے میرے اللہ! مجھے اور اس ہار دینے والے کو یکجا کر دے تاکہ اس سے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دوں۔''

گویا اب وہ دعا حقیقت کا روپ دھار چکی تھی۔ وہ بیوی میں نے حاصل کر لی اس کے ساتھ میں ایک مدت تک رہا، اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹے بھی عطا کئے۔

بعد میں میری بیوی فوت ہوگئی میں اور میرے دو بیٹے اس ہار کے وارث بنے۔ پھر وہ میرے بیٹے بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تو اس ہار کا اب میں تنہا مالک ہوں۔ میں نے اسے ایک لاکھ دینار کا فروخت کیا۔ (۱)

☆......

(۱) [بحوالہ: انیس الجلوس]

دیانت داری کا انعام

[حرام کے ایک دینار سے بچا اللہ نے حلال کے ہزار دینار دے دیئے]

یہ سن ۲۴۰ ہجری کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کے پہلا دن تھا، فجر کی اذان حرم کے میناروں سے بلند ہو کر اللہ کے مخلص بندوں کے دلوں پر تجلیات کی بارش برسا رہی تھی ۔ مکہ کے باشندے اذان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بیت اللہ کی طرف جا رہے تھے۔ ایک چھیاسی سالہ بزرگ کے سوا شاید ہی کوئی آدمی ہوگا جو گھر میں بیٹھا رہ گیا ہو۔ اس بوڑھے بچارے نے کچھ کھائے پیے بغیر روزہ رکھ لیا تھا۔ اس کی گزشتہ رات بھی فاقہ سے گزری تھی اور دن بھی بھوک پیاس سے گزرا تھا۔ جب اس نے گھر ہی میں نماز مکمل کر لی تو ایک کونے میں شکستہ دل اور غمگین ہو کر بیٹھ گیا۔ بذات خود تو اسے اتنا دکھ نہ تھا کیونکہ عرصہ دراز کی تنگ دستی نے اسے مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ البتہ اسے اگر کوئی غم کھائے جا رہا تھا، تو وہ بھوکی ننگی چار بیٹیوں ، دو بہنوں ، ایک بوڑھی ساس اور ایک مسکین بیوی کا غم تھا جن کا یہ واحد کفیل اور ذمہ دار تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مالداروں کو دیکھ کر وہ بھی دنیا کو للچائی نظروں سے دیکھتا اور لوگوں پر حسد کرتا لیکن یہ بوڑھا بزرگ ایک مثالی مسلمان تھا۔

یہ اس بات پر پختہ یقین رکھتا تھا کہ رب کائنات نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے رزق تقسیم کر رکھا ہے۔ کسی کا اس میں کچھ اختیار نہیں۔ لوگ نہ رزق دے سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں اور جو کچھ میرے مقدر میں ہے وہ مجھے مل کر ہی رہے گا اور جو کچھ دوسروں کے مقدر میں ہے وہ مجھے ہرگز نہیں مل سکتا خواہ لاکھ جتن کر لوں کیونکہ تقدیر کا قلم لکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا: اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ!

''ہر حال میں اللہ کا شکر ہے!''

پھر وہ ہمت کر کے کھڑا ہوا اور قمیص اتار کر پکارا: ''لبابہ!''

یہ سن کر ایک عورت آئی جس کا تن پیوند لگے ہوئے میلے کچیلے کپڑوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے قمیص اتار کر اسے تھما دی، اور میلا کچیلا کپڑا خود لپیٹ لیا۔

اس عورت نے کہا: ابوغیاث! آج تیسرا دن ہے ہم نے کھانا تک نہیں دیکھا اور یہ دن گرمی اور روزے کا ہے تو اور میں تو صبر کر لیں گے مگر یہ بچیاں اور بوڑھی عورت تو صبر سے قاصر ہے، انہیں بھوک نے نڈھال کر رکھا ہے۔ اللہ کا نام لے کر نکلو، شاید اللہ کچھ درہم یا روٹی کے چند ٹکڑے دے دے جس سے ہم روزہ ہی افطار کر لیں گے۔

ابوغیاث نے کہا: ان شاء اللہ! ضرور جاؤں گا۔

آفتاب طلوع ہو کر ذرا بلند ہوا تو بوڑھا بزرگ گھر سے نکلا اور مکے کی گلیوں میں گھومنے پھرنے لگا کہ شاید کہیں مزدوری مل جائے۔ تمام لوگ گرمی کی وجہ سے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔ مزدوری تلاش کرتے ہوئے گرمی شدید تر ہوتی چلی گئی۔ اس کی ٹانگیں جواب دے گئیں اور آنکھیں پتھرا گئیں۔ گزشتہ رات اور دن کے فاقے نیز بغیر کھائے پیئے روزے کی وجہ سے پیٹ میں بھوک کی آگ لگی ہوئی تھی۔ یہ مکہ کی نشیبی وادی میں جا کر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کی بڑی تمنا یہ تھی کہ اسے ایمان کی حالت میں موت آ جائے تا کہ وہ اس قید حیات سے رہائی پا جائے اور ہمیشہ کی زندگانی سے فائدہ اٹھائے۔ وہ انہی سوچوں میں گم مٹی کرید رہا تھا کہ اچانک اس کا ہاتھ ایک نرم و ملائم چیز سے چھو گیا۔ اسے کچھ یوں محسوس ہوا کہ جیسے سانپ کی دم ہے۔ اس نے اعوذ باللہ پڑھی اور ہاتھ کھینچ لیا پھر دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! یہ سانپ ڈس لے اور میں مصائب سے آزاد ہو جاؤں لیکن معاً خیال آیا کہ مومن کو چاہیے کہ یوں کہا کرے:

((اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیَ اِنْ کانتِ الحیاۃُ خیرًا الی وَتوَفنی اِنْ کانت الموتُ خیرًالی))

''یا اللہ! اگر زندگی بہتر ہے تو زندہ رکھ اور اگر موت بہتر ہے تو موت دے دے۔''

چنانچہ اس نے اللہ سے معافی مانگی اور دوبارہ اس چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔اسے بڑا تعجب ہوا کہ یہ بے حس وحرکت پڑی ہے۔اسے پاؤں سے ٹھوکر بھی لگائی لیکن وہ چیز بے حس پڑی رہی۔اس نے ہاتھ سے مٹی ہٹا کر اسے پکڑا تو وہ ہمیانی تھی۔[ہمیانی دراصل اس پیٹی کو کہتے ہیں جس میں طلائی اشرفیاں (دینار) رکھ کر کمر سے باندھ لیا جاتا ہے]

یہ ہمیانی سونے سے بھری ہوئی تھی۔اسے دیکھ کر بھوک اور پیاس ختم ہوگئی اور اعصاب میں نئی قوت پیدا ہوگئی بلکہ جوانی لوٹ آئی۔سوچنے لگا کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں؟ یہ مال اپنے گھر والوں کے ہاتھوں میں تھماؤں گا تو وہ کس قدر خوش ہوں گے؟ اب یہ بوڑھا حسین اور روشن مستقبل کی امید میں خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔لیکن اچانک ایمانی حس بیدار ہوئی، دل میں القاء ہوا کہ یہ مال تیرا نہیں بلکہ لقط(گمشدہ) ہے۔سال بھر اعلان کرنے کے بعد اس صورت ہی میں حلال ہوگا جب اس کا اصل مالک نہ ملے۔جب اس نے ایک سال کی مدت اور اپنے رات کے کھانے کا تصور کیا تو قُویٰ جواب دے گئے''کہ سال بھر زندہ بھی رہوں گا یا نہیں؟ اور یہ بھوکی، ننگی بیٹیاں کیا کھائیں گی اور کیا پہنیں گی؟''

خواہش پیدا ہوئی کہ تھیلی کو واپس اسی جگہ رکھ آئے اور آزمائش میں نہ پڑے لیکن وہ دانا، صاحب علم اور صاحب ایمان تھا، جانتا تھا کہ اگر گمشدہ مال کو دیکھ کر ہاتھ نہ لگایا جائے تو کوئی ذمہ داری نہیں۔اگر اسے پکڑ کر دوبارہ رکھ دیا جائے تو ذمہ داری رکھنے والے پر ہوگی۔ اس قسم کے تفکرات دماغ میں ٹکرانے لگے۔اسے محسوس ہوا کہ کنپٹی کی ہڈیاں چور ہو رہی ہیں۔ایک طرف سے یہ خیال اٹھتا کہ دبا رکھو، اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔اس کے ذریعے بھوکی ننگی بیوی اور بیٹیوں کا پیٹ بھرو اور ان کا تن ڈھانکو۔اگر طاقت ہوئی تو پھر دے دینا ورنہ چند دینار کم بھی واپس کیے تو کیا فرق پڑے گا۔

دوسری طرف یہ خیال پیدا ہوتا کہ صبر کر اے بھلے آدمی! امانت میں خیانت کا ارتکاب نہ

کر قبر کے کنارے بیٹھ کر مالک کی نافرمانی کا سوچتا ہے۔ چنانچہ پھر وہ اصل مالک کے ملنے تک ہمیانی گھر رکھنے چلا گیا۔ چوروں کی طرح گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی نے دیکھ لیا اور پوچھا:

ابوغیاث کیسے آئے ہو اور کیا لائے ہو؟

جواب دیا: کچھ نہیں!

بوڑھا بزرگ ہمیانی کی خبر چھپانا چاہتا تھا جبکہ اس نے آج تک بیوی سے کوئی خبر چھپائی نہ تھی۔ بیوی نے کہا: "واللہ! آپ کے پاس کچھ ضرور ہے لیکن یہ ہے کیا؟ بتا دو، نا!"

بوڑھا بزرگ ڈرا کہ لبابہ کہیں کسی وہم میں مبتلا نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے اسے سارا قصہ سنا دیا۔ وہ عورت دین دار ضرور تھی لیکن ابوغیاث کی طرح صبر اور حوصلے والی نہ تھی، کہنے لگی: جاؤ اور کچھ خرید لاؤ کیونکہ ہم لاچار ہیں اور لاچار پر مردار بھی حلال ہے!

ابوغیاث نے کہا: ہرگز نہیں۔ اگر تو نے اسے ہاتھ لگایا یا کسی کو خبر دی تو تجھے طلاق ہے!

لبابہ خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گئی اور یہ اصل مالک کی تلاش میں گھر سے نکل پڑا تاکہ اصل مالک سے مل کر حلال طریقے سے کوئی درہم حاصل کر سکے۔ وہ حرم کی طرف چل دیا۔ حرم میں ایک نوجوان محمد بن جعفر طبری زیرِ تعلیم تھا۔ طبری بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک خراسانی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا:

اے حاجیوں کی جماعت! میری ہزار دینار سے بھری ہوئی تھیلی کہیں گم ہو گئی ہے جو کوئی اسے واپس کرے، اللہ اسے دگنا ثواب دے گا۔

ایک بوڑھا بزرگ اٹھا جو جعفر بن محمد کے موالی میں سے تھا، کہنے لگا:

اے خراسان کے رہنے والے نوجوان! ہمارا ملک پسماندہ ہے، حالات ابتر ہیں، شاید آپ کی ہمیانی کسی اللہ کا خوف رکھنے والے انسان کو مل گئی ہو؟ آپ اس کے لیے انعام کا اعلان کر دیں جسے لے کر وہ باقی واپس کر دے۔

نوجوان خراسانی نے پوچھا "ہاں بھئی کتنا انعام؟"

ابو الغیاث نے کہا سو دینار یعنی دسواں حصہ! نہ بھئی نہ ایسا نہیں ہوسکتا میں یہ معاملہ اللہ پر چھوڑتا ہوں۔ چنانچہ دونوں جدا ہوکر اپنی اپنی منزل پر چلے گئے۔

طبری کہتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ ہمیانی ضرور اسی شیخ کو ملی ہوگی، میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ وہ بوڑھا ایک خستہ حال مکان میں داخل ہوا اور یوں گویا ہوا:

لبابہ کہاں ہے؟

لبابہ بولی: حاضر ہوں...... حاضر ہوں ابوغیاث!

میں نے ایک شخص کو اس ہمیانی کی تلاش میں پھرتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے اسے یہ بھی کہا کہ تو اس کے واپس کرنے والے کے لیے سو(۱۰۰) دینار کے انعام کا اعلان کردے لیکن وہ نہیں مانتا۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ میرا ارادہ تو ہمیانی واپس کرنے کا ہے۔

لبابہ نے کہا: "ابوغیاث! ہمیں تیرے ساتھ پچاس سال فقر و فاقہ میں گزارنے پڑے ہیں۔ تیری چار بیٹیاں دو بہنیں ایک ساس اور آٹھویں میں ہوں۔ ابوغیاث اللہ بڑا مہربان ہے۔ اس کی شان اس امر سے بلند ہے کہ ایسے آدمی کو عذاب کرے جوان کا واحد کفیل ہو۔ تو نے نہ تو چوری کی ہے نہ ڈاکہ ڈالا ہے۔ یہ مال تو اللہ نے تیرے سامنے رکھا ہے تو اسے کیوں ٹھکراتا ہے؟ کیا اللہ تجھ سے ان عورتوں کے متعلق سوال نہ کرے گا؟

طبری کہتے ہیں کہ میں نے بوڑھے کے چہرے کو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا دل ان بھوکی ننگی بیٹیوں اور مسکین ام لبابہ پر آنسو بہا رہا ہے کیونکہ فاقوں کی بدولت ان کا چمڑا ہڈیوں پر خشک ہو رہا تھا۔ اور وہ دیمک خوردہ لکڑی کی طرح کھوکھلے بدن میں سانس لے رہی تھیں۔

اس کے دل میں آیا کہ کچھ دینار خرچ کرلوں لیکن فوراً یاد آیا کہ پچاس سال صبر سے گزار دیئے اور آج جبکہ قبر میں ٹانگیں لٹکی ہوئی ہیں تو پچاس سال کے صبر کو ایک دن کی

لذت پر کیوں قربان کروں اور پھر اللہ تعالیٰ میرے اہل وعیال پر ارحم الراحمین ہے، دل کو حوصلہ دے کر بولا:

میں ایسا نہیں کروں گا، چھیاسی سال بعد اپنی لاش کو قبر میں نہیں جلاؤں گا۔ طبری کہتے ہیں کہ اس کے بعد میاں بیوی خاموش ہو گئے اور میں واپس چلا گیا۔ مغرب کی اذان ہوئی تو بوڑھا بزرگ دن بھر کے کمائے ہوئے چند ٹکڑوں پر اہل وعیال سمیت افطار کرنے بیٹھ گیا۔ باقی لوگ انواع واقسام کے عمدہ عمدہ کھانوں سے مزے لے رہے تھے اور اس بات کا ذرا احساس نہ تھا کہ رمضان المبارک ایثار اور سخاوت کا مہینہ ہے اور یہ کہ اللہ نے بھوکا پیاسا رکھنے کے لیے روزے فرض نہیں کئے تھے بلکہ اس لیے کہ مسلمان وقتی اور اختیاری بھوک کے ذریعے محسوس کریں کہ دنیا میں ایسے بھی ہیں جو بھوک پر مجبور ہیں ان کی حالت پر غور کر کے اپنے اوپر اللہ کے بے پایاں احسان یاد کریں۔ جو لوگ عمدہ عمدہ کھانوں سے پیٹ بھر کر مست ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ہمسائے بھوک سے سیدھے کھڑے بھی نہ ہو سکیں تو ایسے لوگوں کا کوئی روزہ قبول نہیں اور نہ ہی یہ لوگ روزے کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں۔ فرمان رسول ﷺ ہے:

((مَا آمَنَ بِیْ مَنْ بَاتَ شَعْبَانُ وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ))

"وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے سیر ہو کر رات گزاری اور اس کا پڑوسی اس کے پڑوس میں بھوکا لیٹا رہا اور وہ اس کے فاقے سے بے خبر بھی نہ تھا۔"

عادت احساس کو کمزور کر دیتی ہے جب انسان حیوانوں کی طرح بلاناغہ نعمتیں کھاتا رہے تو اسے نعمتوں کی قدر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے روزے اس لیے فرض کیے کہ محرومی کی کڑواہٹ سے امیری کی مٹھاس کی قدر کریں اور دن کی بھوک اور پیاس سے روٹی کے لقمے اور پانی کے گھونٹ کی قیمت معلوم کریں اور تمام عمر اللہ تعالیٰ کے احسان کو نہ بھولیں اگرچہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں۔ ابراہیم حربیؒ ہر روز روٹی کا ایک لقمہ بچا کر رکھتے اور ہفتے بعد خود وہ

ٹکڑے کھا لیتے اور روٹی صدقہ کر دیتے تھے۔

بوڑھا شیخ بھی سوچتا رہا اور مسلمانوں کی حالت پر کڑھتا رہا پھر کہتا اللہ تعالیٰ ہی نیکی کا الہام کرنے والا ہے اور روزی تقسیم کرنے والا ہے۔اس نے یہ رات بھی فاقہ سے گزاری اور کھجوریں اور ٹکڑے بوڑھی ساس اور بچیوں میں تقسیم کر دیئے۔

طبری کہتے ہیں کہ اگلے دن خراسانی حرم میں پھر وہی صدا لگا رہا تھا کہ جو کوئی میری ہزار دینار والی ہمیانی واپس کر دے اللہ تعالیٰ اسے دگنا اجر دے گا۔تو بوڑھا بزرگ اس کی خدمت میں عرض کرنے لگا: ''اے نوجوان! میں نے تجھے کہا تھا کہ ہمارا ملک بے آب وگیاہ ہے، وسائلِ زندگی کم ہیں۔شاید وہ ہمیانی کسی خوف الٰہی رکھنے والے کو مل جائے،تو وہ اسی انعام کے لالچ میں واپس کر دے۔چلو سو دینار نہ سہی تو دس دینار کا ہی اعلان کر دے۔''

اس نے کہا: ہرگز نہیں بلکہ میرا اور ہمیانی اٹھانے والے کا فیصلہ قیامت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوگا۔'' اس کے بعد دونوں پھر جدا ہو گئے۔

تیسرا دن ہوا تو خراسانی پھر حرم میں وہی صدا لگا رہا تھا اور وہی بوڑھا بزرگ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''اے نوجوان! تو نے سو دینار کا اعلان کرنے سے انکار کر دیا پھر دس دینار کے انعام سے بھی انکار کر دیا تو آج ایک دینار کا ہی اعلان کر دے، شاید ہمیانی اٹھانے والا اس حلال دینار کے لالچ میں واپس کر دے اور نصف دینار سے کھانا خرید لے اور نصف سے مشک خرید کر اس سے حاجیوں کو اجرت پر پانی پلایا کرے۔''

خراسانی نے کہا: ''نہیں! بلکہ میں اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔''

بوڑھے بزرگ کی امید کا آخری سہارا بھی ختم ہو گیا اور وہ سوچنے لگا کہ ابھی تو ہزار دینار ہاتھ میں ہیں۔سارا نہ سہی تو ایک دینار ہی رکھ لوں تاکہ بھوکے ننگے پیٹوں کا سامان کر لوں لیکن دینی جذبہ موجزن ہوا اور یوم الحساب کے خیال سے ڈر گیا اور سوچا کہ پچاس سال کے صبر کو ایک دن کی لذت پر قربان کر دینا سراسر گھاٹا نہیں تو اور کیا ہے! کیونکہ تمام عمر کی لذتیں

آخر کار جہنم کے ایک جھونکے سے بھول جائیں گی اور ساری عمر کی محرومیاں جنت کے ایک دیدار سے کافی ہو جائیں گی۔حدیث میں آیا ہے کہ

((مَنْ تَرَكَ لِلّٰهِ شَيْئاً عَوَّضَهُ اللّٰهُ خَيْراً مِنْهُ))

''یعنی جس نے اللہ کے ڈر سے کوئی ناجائز کام چھوڑ دیا ہو،اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے حلال چیز کئی گنا زیادہ عطا کرے گا۔''

اب ابو الغیاث نے خراسانی نوجوان سے کہا: آؤ اور اپنی ہمیانی لے جاؤ۔طبری کہتے ہیں کہ میں نے بھی ان کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔جب دونوں گھر کے دروازے پر پہنچے تو شیخ اندر داخل ہو گیا،تھوڑی دیر بعد باہر آیا اور خراسانی نوجوان کو اندر لے گیا۔میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔شیخ نے اندر جا کر محفوظ جگہ سے ہمیانی نکالی اور نوجوان سے کہا:''کیا تیری ہمیانی یہی ہے؟''

نوجوان نے کہا:''ہاں''

پھر اس کا سر کھول کر دینار دامن میں پلٹے اور گنے تو پورے ہزار نکلے،پھر کہا''یہ تیرے ہیں۔''

لبابہ اور اس کی بیٹیاں یہ منظر دروازے کے سوراخ سے اس طرح دیکھ رہی تھیں جس طرح بھوکا دیگ کی طرف دیکھتا ہے اور صرف چند لقموں کی تمنا کرتا ہے۔خراسانی نے وہ دینار کندھے پر رکھ کر اوپر چادر ڈال لی اور چل دیا۔

لبابہ نے یہ منظر دیکھا تو یوں چکرائی جیسے کسی عورت کا اکلوتا بیٹا گم ہو گیا ہو۔اس کی بیٹیوں کی باچھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔چند لمحوں بعد شیخ نے آہٹ سنی تو نظر اٹھا کر دیکھا کہ نوجوان واپس لوٹ آیا ہے۔اگر یہ بوڑھا بزرگ اس سے روگردانی کر لیتا تو یہ بڑی بات نہ تھی کیونکہ اس نے ان بھوکے ننگے مسکینوں کو دیکھ کر بھی ایک دینار نہ دیا تاکہ وہ اپنی بھوک دور کر سکیں لیکن یہ بوڑھا بڑا بردبار اور حوصلے والا شخص تھا۔فوراً بولا:

"بتاؤ بیٹے! کیسے آنا ہوا؟"

خراسانی نوجوان نے جواب دیا:

"اے بزرگ! میرا باپ جب فوت ہوا تو اس کے پاس تین ہزار دینار تھے، اس نے مجھے وصیت کی تھی کی میری سواری بیچ کر حج کا خرچ بنالینا اور ہزار دینار اس شخص کو دینا جو بہت زیادہ غریب ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے وطن خراسان سے لے کر مکہ تک کسی کو تجھ سے زیادہ غریب نہ پایا۔ یہ لو یہ دینار، اللہ ان میں تمہارے لیے برکت کرے۔"

طبری کہتے ہیں کہ: وہ نوجوان ہمیانی رکھ کر واپس چلا گیا۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد میں بھی جارہا تھا کہ مجھے کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہی بزرگ میرے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ اس نے مجھے اپنی طرف بلا کر کہا کہ: "تجھے ہمارے معاملے کی خبر ہوگئی ہے اور میں نے احمد بن یونس یربوعی سے سنا اور انہوں نے نافع سے، اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے کہا تھا کہ

"جب کوئی ہدیہ بن مانگے اور بلا طمع آئے تو اسے واپس نہ لوٹاؤ، ورنہ اللہ کے ناشکرے بن جاؤ گے اور ہدیہ میں سب حاضرین شریک ہوتے ہیں۔"

چلو میرے ساتھ چلو۔ طبری کہتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہولیا۔ اس بزرگ نے مجھے راستے میں کہا: "بھائی! تو بڑا مبارک ہے۔ میں نے عمر بھر ایسا مال نہیں دیکھا تھا اور نہ دیکھنے کی امید تھی۔ تم میری یہ قمیص دیکھ رہے ہو۔ میں اس میں قیام اللیل کرتا ہوں پھر فجر کی نماز ادا کر کے اتار دیتا ہوں تا کہ میری بیوی اور بچیاں اور بہنیں باری باری اس میں نماز ادا کر سکیں۔ پھر میں اسے پہن کر ظہر اور عصر کے درمیان مزدوری کر کے چند کھجوریں اور روٹی کے ٹکڑے خرید کر گھر لوٹتا ہوں۔

جب ہم گھر پہنچے تو بزرگ نے بلند آواز سے پکارا:

لبابہ اور فلاں فلاں!

اس بزرگ کی آواز سن کرسب اکٹھی ہوگئیں۔اس نے مجھے بائیں جانب بٹھالیااور ہم سب سے کہا: ''اپنے دامن پھیلاؤ۔''چنانچہ میں نے تو دامن پھیلادیا لیکن باقی سب نے ہاتھ پھیلائے کیونکہ ان کے پاس قمیصیں نہ تھیں ۔وہ ایک ایک دینار ہرایک کے ہاتھ پر رکھتا جاتا اور دسواں دینار مجھے دیتا حتیٰ کہ ہمیانی خالی ہوگئی اور ہم سب کوسوسو دینار ملے۔

مغرب کی اذان ہوئی تواس بزرگ کے اہل خانہ بھی عمدہ عمدہ کھانوں کے اردگرد بیٹھ گئے ۔بوڑھے بزرگ نے اپنی بیوی لبابہ سے کہا:

''لبابہ!دیکھ لیاتو نے اللہ صبر کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ہم نے اپنے آپ کوحرام کے ایک دینار سے بچایاتو اللہ تعالیٰ نے ہم کوحلال ذریعے سے ہزار دینار عطا کئے۔''

یہ بزرگ چند لقمے کھا کراٹھ کھڑاہوااور باہر جانے لگاتو لبابہ نے کہا! کہاں جارہے ہوابوغیاث؟

ابوغیاث نے جواب دیا:''میں کسی فقیر روزے دار کوتلاش کرنے جارہاہوں تاکہ اسے اپنے کھانے میں شریک کروں۔''

طبری کہتے ہیں :مجھے اللہ تعالیٰ نے ان دیناروں سے بڑا نفع دیا۔ان دیناروں سے میں اپنی خوراک حاصل کرتا رہا۔سولہ سال بعد مکہ آیاتو معلوم ہوا کہ وہ لڑکیاں شہزادوں سے بیاہ دی گئی ہیں اور شیخ چند ماہ کے بعد فوت ہوگیاتھا۔میں ان کے خاوندوں اور بچوں کے پاس جاتااور انہیں ہمیانی والاقصہ سناتااور وہ بڑی دلچسپی سے سنتے اور میری بڑی عزت کرتے۔

پھر چالیس سال بعد پتہ چلا کہ ان میں سے اب کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔رہے نام اللہ کا!

اللہ تعالیٰ سب پررحم فرمائے،آمین![1]

......☆......

(۱) [بحوالہ : دلچسپ تاریخی کہانیاں از ابومسعود عبدالجبار سلفی]

باب ۴:

نیکی کا انعام مرنے کے بعد...... [جنت میں]

دنیا کی زندگی عارضی اور وقتی ہے اور یہاں کی نعمتیں بھی بہت جلد ختم ہوجانے والی ہیں حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس بہت سی نعمتیں اور دولتیں اکٹھی ہوجائیں تو وہ خود چند سالہ زندگی پوری کر کے انہیں یہیں چھوڑ کر اگلے جہاں کا مسافر بن جاتا ہے۔اور بعض اوقات تو یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان بیماری، کمزوری اور بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے اپنی دولت سے استفادہ ہی نہیں کر پاتا،لاکھوں روپیہ موجود ہوتا ہے دنیا جہان کی ہر اچھی خوراک کھانے کے لیے استطاعت ہوتی ہے مگر کوئی بیماری ایسی لگ جاتی ہے کہ ڈاکٹر پر تکلف اور مرغن غذاؤں کے استعمال سے روک دیتے ہیں اور نتیجۃً کروڑ پتی صاحب ابلے ہوئے کدو کھانے پر گزارا کرتے ہیں!

جس طرح یہ دنیوی زندگی عارضی اور فانی ہے،اسی طرح اس دنیا میں انسان پر آنے والی مصیبتیں اور تکلیفیں بھی عارضی اور وقتی ہوتی ہے یعنی یا تو مصیبتیں آ کر کچھ عرصہ بعد دور ہوجاتی ہیں یا ایک لمبے وقت کے بعد دور ہوتی ہیں یا پھر زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مر کر ان مصیبتوں سے چھٹکارا پاجاتا ہے مگر آخرت کا معاملہ یہ نہیں ہے کیونکہ آخرت کی زندگی نہ تو عارضی اور وقتی ہے اور نہ وہاں کی نعمتیں عارضی ہیں اور نہ ہی اخروی زندگی کا عذاب عارضی ہے بلکہ اخروی زندگی ہمیشگی کی زندگی ہے،اس کے ختم ہونے کا کوئی تصور نہیں۔

اخروی زندگی میں اہل جنت کو ملنے والے انعامات بھی دائمی ہیں جبکہ اہل جہنم کو ملنے والی سزا بھی کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ دنیا اور آخرت کی زندگی کا آپس میں موازنہ کریں تو

صاف طور پر یہ نتیجہ معلوم ہوجائے گا کہ اصل زندگی تو مرنے کے بعد کی زندگی ہے۔اور پائیدار نعمتیں اور دوامی خوشیاں تو اخروی زندگی ہی میں حاصل ہوں گی اور خدانخواستہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ناراض ہوئے تو اس کی سزااور عذاب بھی اتنا سخت ہوگا کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔

آئندہ سطور میں ہم اختصار کے ساتھ یہ بیان کریں گے کہ نیک لوگوں کو مرنے کے بعد جنت میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہوں گی۔یا اللہ !تو ہم سب کو ان نیک اور اہل جنت لوگوں میں شمار فرمالے۔آمین!

جنت میں داخل ہونے والا پہلا گروپ:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتْفِلُونَ أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ))[1]

''جنت میں جانے والا پہلا گروہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔اس کے بعد آنے والا گروہ بڑے چمکدار ستارے کی طرح روشن ہوگا۔جنتی نہ تو پیشاب کریں گے اور نہ ہی انہیں بیت الخلا جانے کی ضرورت ہوگی۔ نہ ناک سے نزلہ بہے گا اور نہ ہی تھوک آئے گا۔ان کے زیر استعمال کنگھیاں سونے کی ہوں گی ،کستوری جیسا خوشبودار پسینہ ہوگا ،بہترین خوشبودار لکڑی میں اگر بتی کا انتظام ہوگا ۔موٹی آنکھوں والی حوریں

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الانبیاء: باب ۲ (ح ۳۱٤۹)صحیح مسلم: کتاب الجنة:باب اول زمرة تدخل الجنة ......(ح ۲۸۳٤)]

ان کی بیویاں ہوں گی اور ان حضرات کا قد کاٹھ حضرت آدمؑ کی شکل وصورت کے عین مطابق، پورا ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔"

جنت کے مراتب:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَأَلَ مُوسٰی رَبَّهُ مَاأَدْنٰی أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً ؟قَالَ:هُوَ رَجُلٌ يَجِيءُ بَعْدَ مَاأُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ :اُدْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ :أَيْ رَبِّ كَيْفَ؟وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَأَخَذُوا أَخَذَاتِهِمْ فَيُقَالُ لَهُ:أَتَرْضٰى أَنْ يَكُونَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِ الدُّنْيَا ؟فَيَقُولُ:رَضِيتُ رَبِّ، فَيَقُولُ:لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَقَالَ فِي الْخَامِسَةِ :رَضِيتُ رَبِّ فَيَقُولُ :هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ فَيَقُولُ :رَضِيتُ رَبِّ قَالَ :رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً ؟قَالَ :أُولٰئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ، غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ)) قَالَ:وَمِصْدَاقُهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَاأُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ......الآيَةَ ﴾(1)

حضرت موسیٰؑ نے رب العالمین سے دریافت کیا: جنت میں سب سے کم مرتبے والے کو کیا ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب جنت کے سارے حقدار جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے تو جو آدمی سب سے آخر میں آئے گا اسے کہا جائے گا: "جنت میں جاؤ۔" وہ عرض کرے گا: پروردگار! میں کہاں جاؤں؟ سارے لوگ اپنی اپنی رہائش تک پہنچ چکے ہیں اور اپنا اپنا حق وصول کر چکے ہیں ۔اس سے پوچھا جائے گا: جس قدر دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس علاقہ ہواتنی جنت پر تو راضی ہے؟ وہ کہے گا: پروردگار! ہاں میں راضی

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الایمان:باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (ح ۱۸۹) ترمذی: کتاب التفسیر:باب ومن سورة السجدة (ح ۳۱۹۸)]

ہوں ۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : جا پھر اس بادشاہ کی حکومت جتنا تیرا جنت میں حصہ ہے، بلکہ اتنا ہی اور اتنا پھر اور اس کے بعد پھر اتنا اور، مزید اتنا ہی ۔(یعنی چار بادشاہوں جتنا علاقہ اور وہ بھی جنت میں!)

پانچویں مرتبہ پر وہ جنتی کہے گا: پروردگار! میں راضی ہوں، ہر طرح سے راضی ۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: یہ سب تیرا ہے، اور مزید دس گنا تیرے لیے اور ہے ۔اور ہر وہ چیز تجھے ملے گی جو تیرا دل چاہے اور تیری آنکھ کو پسند آجائے ۔

وہ آدمی کہے گا: پروردگار! میں راضی ہی راضی ہوں ۔

حضرت موسیٰؑ نے دریافت کیا: یا اللہ! جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبے والے کو کیا ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان لوگوں کو تو میں نے اپنا مقرب بنالیا ہے، اپنے دست مبارک سے ان کی شان وشوکت کا کھونٹا گاڑ دیا ہے اور اس فیصلے پر مہر لگادی ہے ۔ان کے لیے تو ایسی ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی **انسان** کے دل میں ان کا خیال تک آیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس بات کی دلیل خود قرآن کریم میں موجود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ﴾

''پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی ذی روح کو خبر نہیں ۔''

جنت کی عمارتوں کی بلندی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لٰـكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾[الزمر: ۲۰]

''البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے، ان کے لیے بلند عمارتیں ہیں، منزل پر منزل بنی ہوئیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

((عن ابی سعید الخدری ؓ ان رسول اللہ ﷺ قال: اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءُ وْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءُ وْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ)قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِتِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ: ((بَلٰى، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ))[1]

''حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عام اہل جنت بلند عمارتوں والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم بہت دور ڈوبنے والے ستارے کو مشرق یا مغرب میں دیکھتے ہو۔ گویا کہ ان دونوں کے درمیان مقام و مرتبے کا اس قدر فرق ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: کیا یہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا مقام ہے جہاں کوئی اور نہیں پہنچ سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہاں وہ لوگ بھی پہنچ جائیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔''

اہل جنت کا دستر خوان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَتِلْكَ

(۱) [صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الجنة (ح ۳۲۵۶) صحیح مسلم، کتاب صفة الجنة، باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف (ح ۲۸۳۱)]

الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُوْنَ﴾
[الزخرف:٦٨تا٧٣]

''(اس روز ان لوگوں سے جو ہماری آیات پر ایمان لائے تھے اور مطیع فرمان بن کر رہے تھے کہا جائے گا کہ)''اے میرے بندو! آج تمہارے لیے کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں کوئی غم لاحق ہوگا۔داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں، تمہیں خوش کردیا جائے گا۔ان کے آگے سونے کے تھال اور ساغر(خوشنما اور بیل بوٹے والے گلاس) گردش کرائے جائیں گے اور ہر من بھاتی اور نگاہوں کو لذت دینے والی چیز وہاں موجود ہوگی ۔ان سے کہا جائے گا:تم اب یہاں ہمیشہ رہو گے تم اس جنت کے وارث ان اعمال کی وجہ سے ہوئے ہو جو تم دنیا میں کرتے رہے ۔تمہارے لیے یہاں کثیر مقدار میں میوہ جات موجود ہیں جنہیں تم کھاؤ گے ۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا إِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَا أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ إِنَّا أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ﴾ [الواقعه:١٠تا٤٠]

''اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں، وہی تو مقرب لوگ ہیں نعمت بھری جنتوں

میں رہیں گے،اگلوں میں بہت ہوں گے اور پچھلوں میں سے کم ۔بیل بوٹے اور نقش ونگار والے تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھیں گے ،ان کی مجلسوں میں ایک ہی عمر پر برقرار رہنے والے لڑکے خدمت گار ہوں گے ،جوکوزے اورصراحیاں اورگلاس شراب کے لیے پھرتے ہوں گے، جسے پی کر نہ ان کا سر چکرائے گا نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا۔وہ ان کے سامنے طرح طرح کے لذیذ پھل بھی پیش کریں گے کہ جسے چاہیں چن لیں اور پرندوں کے گوشت پیش کریں گے کہ جس پرندے کا چاہیں استعمال کریں۔اوران کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی ،ایسی حسین جیسے چھپا کر رکھے ہوئی موتی۔یہ سب کچھ ان اعمال کی جزاء کے طور پر انہیں ملے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے ۔وہاں وہ کوئی بے ہودہ کلام یا گناہ کی بات نہ سنیں گے ۔جو بات بھی ہوگی ٹھیک ہوگی ۔

اور دائیں بازو والے !دائیں بازو والوں کی خوش نصیبی کا کیا کہنا!وہ بے کانٹے کی بیریوں،اورتہہ پرتہہ چڑھے ہوئے کیلوں کے درختوں اوردور تک پھیلی ہوئی چھاؤں میں ہوں گے۔ہردم رواں پانی اور کبھی نہ ختم ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے و لے بکثرت پھلوں اور راونچی نشستوں میں ہوں گے ۔ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں کنواریاں، پیاری پیاری اورداہنے ہاتھ والوں کی ہم عمر بنادیں گے۔(یہ اہل جنت)اگلے لوگوں میں سے بہت ہوں گے اور پچھلے لوگوں میں سے بھی بہت ہوں گے۔

......☆......

باب ۵:

نیکی اور گناہ کی لذتوں کا فرق!

یہ سوال ذہن میں ابھر کر اکثر الجھن کا باعث بنتا رہتا ہے کہ برائی میں اتنی لذت کیوں ہے کہ لوگ اس میں کشش محسوس کرتے ہیں؟ اور نیکی میں یہ کشش کیوں نہیں کہ لوگ نیکی نہیں کرتے؟ کچھ دین دار حضرات یہ کہہ کر مزید پریشان کر دیتے ہیں کہ دین پر چلنا بہت مشکل ہے کیا یہ صحیح ہے؟ تشفی بخش جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ شکریہ! [محمد سلمان (شادمان کالونی لاہور)، محمد یعقوب، عبدالسلام ظفر (شیش محل روڈ)]

آئندہ سطور میں اس سوال کا جواب قاری نعیم الحق نعیم شہیدؒ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔☆

بظاہر تو ایسا ہی نظر آتا ہے کہ برائی میں لذت اور کشش ہے اور نیکی میں نہیں لیکن حقیقت اس طرح نہیں۔ بلکہ قرآن وحدیث کی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کے ایمان افروز سچے واقعات پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ برائی میں اگر کچھ لذت ہے تو نیکی میں اس کے مقابلے میں دس گنا بلکہ کئی گنا زیادہ لذت پائی جاتی ہے۔ بلکہ دونوں لذتوں کا مقابلہ کرنا شائد چراغ اور سورج یا ذرے اور پہاڑ کا باہم مقابلہ کرنے کے مترادف ہو۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ دونوں لذتوں میں کچھ فرق ہے جو عام طور پر ہماری

☆......[بشکریہ، ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور۔]

نظروں سے اوجھل رہتا ہے اور اس وجہ سے ہم لوگ نیکی میں لذت وحلاوت کی موجودگی کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

پہلا فرق دونوں میں یہ ہے کہ برائی کی لذت کا تعلق اس کے ظاہر کے ساتھ ہوتا ہے اور نیکی کی لذت نیکی کے باطن کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں برائی کی لذت تو انسان کو اس کے ظاہری طور پر اپنا لینے اور اس کے آغاز ہی میں بلکہ اس کے تصور ہی سے محسوس نہیں ہوتی جب تک کہ وہ نیکی کے اندر تک نہ چلا جائے، یا خود نیکی اس کے اندر تک اچھی طرح سرایت نہ کر جائے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾[الحجرات:١٤]

''ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ))[بخاری ومسلم، بحواله مشكوة:٤٣٩)

''دوزخ کے اردگرد شہوت اور ایسے امور کی باڑ لگادی گئی ہے جو نفس کے لیے مرغوب ہیں اور جنت کے اردگرد ایسے امور کی باڑ لگادی گئی ہے جو نفس پر گراں اور شاق ہوتے ہیں۔''

برائی اور نیکی کی صورت حال بھی جنت اور دوزخ کی صورت حال سے کچھ ملتی جلتی ہی ہے۔ جس طرح اُن کا ظاہر و باطن مختلف ہے، اسی طرح اِن کا ظاہر و باطن بھی مختلف ہے۔ برائی کا ظاہر مزین اور لذیذ اور باطن خوف ناک اور تلخیوں سے بھر پور ہوتا ہے جب کہ نیکی کا ظاہر خشک اور بے مزہ ہے لیکن باطن انتہائی پر کشش، لذتوں اور شیرینیوں سے مملو ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب دجال کا ظہور ہوگا تو اس کے پاس ایک جنت ہوگی اور ایک دوزخ۔ جسے وہ دوزخ کہے گا وہ حقیقت میں جنت ہوگی اور جسے وہ جنت باور کرائے

گا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی، چنانچہ حدیث نبویؐ ہے:

((اَلدَّجَّالُ اَعْوَرُالْعَيْنَ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ ،فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ))

"دجال بھینگا اور گھنگھریالے بالوں والا ہوگا، اس کے پاس جنت بھی ہوگی اور جہنم بھی۔ اس کی جنت دراصل جہنم ہے اور اس کی جہنم اصل میں جنت ہے۔" [صحیح مسلم، بحوالہ، مشکوۃ المصابیح(۷۷۳)]

بعض بزرگوں کا یہ فرمان بھی غالباً اوپر بیان کردہ حقیقت ہی کا آئینہ دار ہے کہ شیطان بڑا مکار اور عیار ہے کہ وہ انسان کو دکھاتا تو چہرے کے خوب صورت نقش ونگار اور بناؤ سنگار ہے لیکن پہنچاتا اسے پیشاب خانے (کے مقام) پر ہے جو انتہائی غلط اور بدبودار ہے۔

برائی کی مثال:

اس کی مزید وضاحت کے لیے یوں سمجھئے کہ برائی زہر کی بنی ہوئی ہے اس کڑوی گولی کی طرح ہے جس کے اوپر چینی کی تہ چڑھادی گئی ہو، جو شخص بھی اسے کھاتا ہے شروع شروع میں اسے لذت وحلاوت محسوس ہوتی ہے لیکن بعد میں وہی گولی اس کے کام ودہن کو ایسی تلخی سے دوچار کرتی ہے جو بالآخر اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ آج کل مادی طور پر ترقی یافتہ مغربی ممالک اور مغرب زدہ ممالک میں جو انفرادی اور اجتماعی خودکشیوں کی کثرت نظر آتی ہے، ہمارے خیال میں اس کے پیچھے بھی ان کی گنہگارانہ زندگی کی وہی زہریلی تلخیاں کارفرما ہیں جو انہیں مخلوط سوسائٹی اور جنسی آزادی (سیکس فری) کی لذت اندوزیوں اوران کے لوازم ومتعلقات کے نتیجے کے طور پر ہی حاصل ہوتی ہیں۔ ولکن لایعلمون!

اس لیے مادہ پرستوں کی ظاہری چمک دمک سے متاثر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ان کی آزادانہ اور لذت کوشانہ زندگی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ﴾

[طٰہٰ:۱۳۱]

''اور تم اپنی آنکھیں اس کی طرف لمبی نہ کرو جو ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو دنیوی زندگانی کی آرائش کے طور پر دے رکھا ہے تا کہ ہم ان کی اس میں آزمائش کریں۔''

﴿وَلَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ﴾[آل عمران:١٩٦]

''اور کافروں کا سب شہروں میں گھومنا پھرنا تمہیں فریب میں قطعاً نہ ڈالے۔''

اسی طرح بازارِ حسن میں اپنی جوانی کی بہاریں برباد کرنے والوں اور برباد کرنے والیوں کا بڑھاپا دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ سراپا درسِ عبرت بن کر بزبانِ حال پکار پکار کر کہہ رہے ہوں:

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو میری سنو جو گوش نصیحت نیواش ہو

اس لیے کہ اس قماش کے لوگوں نے عہد شباب میں لذت کوشیوں اور برائی سے لذت اندوزیوں کے جو پھول اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں، ایام پیری میں وہ تو سب مرجھا جاتے ہیں ،البتہ ان کے ساتھ وابستہ کانٹے اسی طرح تیز وتوانا حالت میں باقی رہ جاتے ہیں ،جن کی شدید چبھن زندگی بھر انہیں محسوس ہوتی رہتی ہے بلکہ زندگی بعد از موت کے بارے میں غیر یقینی صورت حال کا سانپ ڈس ڈس کر ان کی زندگی میں مزید زہر گھولتا ہے اور یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتے رہتے ہیں۔

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے ہم

گویا برائی کی لذت وکشش کی حقیقت

''چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات'' سے زیادہ نہیں ہے۔

نیکی کی مثال:

برائی کے برعکس نیکی کو مالٹے ،سیب ،کیلے ،انار ،بادام ،اخروٹ ،اور دیگر پھلوں اور میوہ جات کی طرح سمجھنا چاہیے جن کا ظاہری اور بیرونی حصہ قدرے سخت اور بعض اوقات کڑوا ہوتا ہے لیکن اندرونی حصہ نرم ،شیرینی وحلاوت سے مملوا ور انتہائی لذیذ ہوتا ہے۔یہی وجہ

ہے کہ جولوگ نیکی میں مستغرق ہو چکے ہوتے ہیں یا نیکی ان کے قلب و روح کی گہرائیوں تک اتر چکی ہوتی ہے وہ کسی قیمت پر بھی اپنی نیکی سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ معاشرے میں ان کی تحقیر و تذلیل کی جائے یا ان کے مال و دولت اور ناموس و عزت کو نقصان پہنچایا جائے، ان پر طعنہ زنی کی جائے یا سنگ زنی، انہیں تپتے ہوئے پتھروں، ریگزاروں اور آگ کے انگاروں پر لٹایا جائے یا ان کے سروں پر لوہے کے آرے چلا کر ان کے جسموں کے دو حصے کر دیئے جائیں وہ ہر حالت میں اپنی نیکی سے اس قدر مسرور و مطمئن ہوتے ہیں اور اس قدر محظوظ و لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں کہ وہ نہ صرف یہ کہ ہر قسم کا ظلم و ستم خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات ان کی جفاکش اور سخت کوش طبیعت کو یہ شکوہ ہوتا ہے کہ:

زمانہ سخت کم آزار ہے بجان اسد وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں!

نیکی پر مبنی زندگی کی اندرونی لذتوں اور حقیقی مسرتوں کا اندازہ کرنا ہو تو رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ابتدائی مکی دور کے پر آشوب حالات اور بعد میں آنے والے اصحاب دعوت و عزیمت کے صبر و استقامت پر مبنی حیرت انگیز واقعات کو تفصیلاً پڑھیے اور پھر سوچیے کہ وہ کیا چیز ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (خصوصاً ابوبکر صدیق، بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو اہل مکہ کے ظلم و ستم، مفارقتِ وطن کے مصائب اور جہاد و قتال کی مشکلات برداشت کروائیں؟ وہ کون سا سہارا تھا جس نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے ہاتھوں قتل ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھوائی؟ وہ کون سی باطنی قوت ہے جس کی بنا پر امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن تیمیہؒ اور دیگر ائمہ کرام وقت کی حکومتوں سے ٹکرا گئے اور بڑی سے بڑی تکلیف انہیں نیکی، ایمان اور صبر و عزیمت کی راہ سے منحرف نہ کر سکی اور اس کیفیت کو آخر کیا نام دیا جائے جس کی بنیاد پر مولانا عبداللہ غزنوی نے اپنی نحیف و نزار

بوڑھی کمر پر زبردست کوڑے کھائے، وطن مالوف سے ہجرت کرلی اور وقت کے حکمرانوں کی ناراضی مول لے لی لیکن باطل کے سامنے سرنگوں ہونا گوارانہ کیا؟!

راقم کے خیال میں یہ دراصل وہی حلاوتِ ایمانی، لذتِ روحانی اور نیکی کی مسرت وشادمانی ہے جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ)) [بخاری ومسلم بمشکوۃ: ۱۲/۱]

''جس شخص میں تین خوبیاں پیدا ہو جائیں وہ ان کی وجہ سے حلاوتِ ایمانی پالیتا ہے:

۱۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

۲۔ جو شخص کسی بندے سے محض اللہ کے لیے محبت رکھتا ہو۔

۳۔ وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچالیا ہو، تو وہ کفر میں اپنی واپسی کو آگ میں ڈال دیے جانے کے مترادف سمجھتا ہو۔''

((ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا))

[مسلم بحوالہ: مشکوۃ (۱۲/۱)]

''اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔''

اسی طرح قیصر روم ''ہرقل'' نے ابوسفیان وغیرہ کو بلا کر سرِ دربار جو سوالات کیے تھے، ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں میں سے کوئی شخص بعد میں دین اسلام سے متنفر ہو کر اس سے منحرف بھی ہو جاتا ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں! اس پر ہرقل نے کہا کہ جب ایمان کی وجہ سے کسی شخص کو انشراحِ قلبی حاصل ہو جاتا ہے اور ایمان کی حلاوت ولذت اس کے دل میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر یہی صورتحال ہوتی ہے کہ وہ

ایمان کے راستے سے منحرف نہیں ہوتا۔ ہرقل کے الفاظ یہ تھے:

((كَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ))

اور ابن اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((كَذٰلِكَ حَلَاوَةُ الْإِيْمَانِ لَاتَدْخُلُ قَلْبًا فَتَخْرُجُ مِنْهُ))[فتح الباری (۱/۳۲۔۳۷)]

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ حلاوتِ ایمانی سے مراد ہے:

"اِسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ ،وَتَحَمُّلُ الْمَشَاقِ فِي الدِّيْنِ ،وَاِيْثَارُ ذٰلِكَ عَلٰى عَرَضِ الدُّنْيَا"

''یعنی نیکیوں کا لذیذ محسوس ہونا، دین کے راستے میں مشقتوں کو برداشت کرنا اور دین کو ساز وسامان پر ترجیح دینا یہ حلاوت ایمانی ہے۔''

تفصیلاتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نیکی اور ایمان میں بھی ایک گونہ لذت ہوتی ہے، حلاوت ہوتی ہے، مزا ہوتا ہے مگر ہم لوگوں پر چونکہ مادیت اور مادہ پرستی غالب ہے، اس لیے ہمیں مادی چیزوں کی لذت اور حلاوت تو محسوس ہوتی ہے، مگر ایمانی اور غیر مادی اشیاء کا ذائقہ اور مزا محسوس نہیں ہوتا۔

چنانچہ کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، وڈیو گیمز اور دیگر کھیلوں میں ہم فرحت ونشاط محسوس کرتے ہیں۔ فلم ڈرامہ، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر دیکھنے میں ہمیں لطف آتا ہے۔ اداکاروں اور اداکاروں کی تصاویر کے نظارے میں ہمیں لذت محسوس ہوتی ہے۔ ناول، افسانے اور من گھڑت قصے کہانیاں پڑھ سن کر ہمیں ذہنی عیش وسکون حاصل ہوتا ہے۔ اہل مغرب اور ان کی آزاد معاشرت کو ہم للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ نامحرم رشتہ دار اور اجنبی عورتوں سے گفتگو، نظر بازی اور تعلقات استوار کرنے کو فخر اور بہادری کا کام سمجھتے ہیں!

اس کے برعکس نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر بنیادی فرائض کی ادائیگی ہمیں بارِ گراں محسوس ہوتی ہے۔ جہاد وقتال کے تصور سے ہم پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔ تلاوتِ قرآن، ذکر اللہ اور دعا ومناجات کے نام سے ہمیں وحشت سی ہونے لگتی ہے۔ اسلام کی بنیادی

تعلیمات اور ضروری احکام کا علم حاصل کرنا ہم اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اسلامی شکل وصورت کا اختیار کرنا ہمارے لیے باعث ننگ وعار ہوگیا ہے۔ بڑوں اور بزرگوں کا ادب واحترام بجالانے میں ہمیں عزت کی کمی کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس بے شمار اچھے کام ہیں جو ہمیں برے لگتے ہیں اور لاتعداد برے کام ہیں جو ہمیں اچھے معلوم ہوتے ہیں:۔

کتنی چیزیں ہیں کہ ان سے ہمیں نفرت ہے بہت
اور کوئے یار میں ان چیزوں کی وقعت ہے بہت

اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ہمارا مزاج بگڑ گیا اور ہماری فطرت سلیمہ بدل گئی ہے۔ جس طرح ایک صحت مند انسان کا مزاج جب غلبہ صفراء کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے تو اسے شہد بھی کڑوا محسوس ہونے لگتا ہے، اسی طرح ہمارے روحانی مزاج پر مادہ پرستی اور گناہوں کے صفراء کا غلبہ ہو چکا ہے جس کی وجہ سے ہمیں ایمان اور نیکی کے کاموں میں لذت وحلاوت محسوس نہیں ہوتی!

گویا قصور ہمارا اپنا ہے، ہمارے صفراوی مزاج کا ہے، ایمان اور نیکیوں کا کوئی قصور نہیں۔ ان میں کوئی تلخی اور کڑواہٹ نہیں، وہ تو سراسر شیرینی وحلاوت ہیں بشرطیکہ ہم صحیح المزاج ہوں، کیونکہ فاسد المزاج انار کے ذائقے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ لہٰذا پہلے اپنا روحانی مزاج درست کیجئے پھر دیکھیے نیکیوں میں لذت ہوتی ہے کہ نہیں۔

اور یاد رکھئے کہ وہ مریض بہت خوش نصیب وسعادت مند ہوتا ہے جو اپنے آپ کو مریض سمجھے اور بغرض علاج کسی ماہر معالج کے پاس جائے اور پھر اس کے تجویز کردہ نسخے کو استعمال میں لائے اور وہ مریض انتہائی بدنصیب ہوتا ہے جو اپنے معالج میں کیڑے نکالے، اور اس کے تجویز کردہ نسخے کو بدمزہ قرار دے کر مسترد کردے۔

برائی میں لذت کیوں رکھی گئی ہے؟

پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ برائی میں بھی لذت ہوتی ہے اور نیکی میں بھی ۔فرق صرف یہ ہے کہ برائی کی لذت عارضی ،ظاہری اور قلیل ہوتی ہے جب کہ نیکی کی لذت دائمی ،باطنی اور کثیر ہوتی ہے ۔مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر برائی میں لذت رکھی ہی کیوں گئی ہے؟اگر برائی میں لذت سرے سے رکھی ہی نہ جاتی تو شاید لوگوں کا نیکیوں کی طرف زیادہ رجحان ہوتا؟!

تو اس سلسلے میں فلسفۂ خیر وشر اور اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ نظامِ قدرت پر لمبی چوڑی بحثوں کی بجائے صرف اتنا پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ یہ دنیا انسان کے لیے دارالامتحان ہے ،دارالجبر نہیں ۔یعنی کسی کو یہاں زبردستی نیک یا برا نہیں بنایا جاتا۔اس لیے انسان کے امتحان کی خاطر:

☆......ایک طرف تو اس کے اندر نفسانی خواہشات ودیعت کردی گئی ہیں ،جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ [الشمس:۷۔۸]
''قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی،پھر (ہم نے)اسے سمجھ دی برائی کی اور بچ کر چلنے کی۔''

☆......اس کے علاوہ شیطانی قوتوں کو انسان کے دل میں وسوسہ اندازی کی طاقت بھی دے دی گئی ہے،اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا﴾[الاعراف ۲۰]
''پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا،تا کہ ان کا پردۂ بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا،دونوں کے روبرو بے پردہ کردے۔''

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الانس وَالْجِنِ يُوْحِي بَعْضُهُمْ إِلٰى

بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ [الانعام:۱۱۳]

''اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کیے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض دوسروں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکے میں ڈال دیں۔''

((اِنَّ لِلشَّیْطَانِ بِابْنِ آدَمَ لَمَّةً))[ترمذی ،بحوالہ : مشکوۃ ،ص:۱۹]

یعنی ''شیطان اولاد آدم پر اثر انداز ہوتا ہے۔''

☆......پھر تیسرا یہ کہ برائی میں کچھ ظاہری چمک دمک اور کشش بھی رکھ دی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾[آل عمران :۱٤]

''مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لیے مزین کردی گئی ہے۔''

﴿كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ﴾[الانعام :۱۰۹]

''اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے اس کے عمل کو مرغوب بنا دیا ہے۔''

☆......ان کے مقابلہ میں دوسری طرف انسان میں ملکوتی صفات ودیعت کردی گئی ہیں:

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾[الشمس:۸]

''پھر (ہم نے) اسے سمجھ دی برائی کی اور بچ کر چلنے کی۔''

☆......پھر ملکوتی قوتوں کو انسانی دل میں الہام اور نیکی کی بات القاء کرنے کی قوت دے دی گئی ہے، جیسا کہ درج ذیل دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

((وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً))[ترمذی ،مشکوۃ ،ص:۱۹]

''فرشتہ بھی اولاد آدم پر اثر انداز ہوتا ہے۔''

﴿اِذْ يُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ [الانفال :۱۲]

''اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں، پس

تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔"

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِحَسَّانٍ :اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَايَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَانَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ)) [بخاری ومسلم مشکوۃص:٤٠٩]

"اللہ کے رسولؐ نے حضرت حسان بن ثابت سے کہا تھا کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتے رہے، تب تک فرشتوں کے سردار حضرت جبریلؑ تمہاری مدد کرتے رہے۔"

☆......علاوہ ازیں خود نیکی کے اندر حقیقی لذت اور باطنی کشش بھی رکھ دی گئی ہے، جیسا کہ درج ذیل دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد:٢٨]

"آگاہ رہو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔"

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ))[بخاری ومسلم مشکوۃ ص:١٢]

"جس شخص میں تین خوبیاں پیدا ہو جائیں وہ ان کی وجہ سے حلاوتِ ایمانی پالیتا ہے:

۱۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

۲۔ جو شخص کسی بندے سے محض اللہ کے لیے محبت رکھتا ہو۔

۳۔ وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچالیا ہو اور وہ کفر میں اپنی واپسی کو آگ میں ڈال دیے جانے کے مترادف سمجھتا ہو۔"

☆......تیسری طرف اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ واختیار، عقل وخرد اور خیر وشر میں تمیز کی قوت سے نواز دیا ہے تاکہ وہ انہیں استعمال کر کے نیکی اور برائی میں سے کسی ایک کا از خود انتخاب کر سکے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ [الدهر:٣،٢]

''ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا،ہم اس کی آزمائش چاہتے ہیں،پس ہم نے اسے دیکھنے اور سننے والا بنایا،ہم ہی نے اسے راہ دکھائی کہ چاہے تو شکرگزار بن جائے اور چاہے تو ناشکرا بن جائے۔'' درج ذیل آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے:

﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ [الكهف:٢٩]

گویا نیکی اور برائی دونوں کے پلڑوں کو برابر کر کے اور انسان کو ارادہ واختیار اور عقل وتمیز دے کر صورت حال کچھ ایسی بنادی گئی ہے کہ

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے!

اب پروانۂ انسانی اگر نیکی کے ''رخ روشن'' کو پسند کر کے اس کی طرف آجاتا ہے تو وہ خوش نصیب اپنے امتحان میں پاس اور کامیاب ہوجاتا ہے ۔اور اگر وہ پروانہ ''برائی کی شمع'' کی طرف چلا جاتا ہے اور اس کی چمک دمک سے متاثر ہو کر اسی کے گرد طواف کرنے لگ جاتا ہے تو پھر اس کا انجام بھی شمع کی طرح سوائے آگ میں جل مرنے کے اور کچھ نہ ہوگا اور یوں وہ اپنے امتحان میں یقیناً فیل اور ناکام تصور کیا جائے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَى وَآثَرَ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى﴾[النّٰزعٰت:٣٧ـ٤١]

''پس جس شخص نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے سرکشی کی راہ اختیار کر لی،پس اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوسکتا ہے اور لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفسانی خواہشات سے بچا رہا پس اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہوسکتا ہے۔''

اب اس بات پر غور فرمائیے کہ اگر برائی میں چمک دمک اور لذت وکشش سرے سے موجود ہی نہ ہوتی تو کیا اسے انسانی امتحان وآزمائش کے لیے نیکی کے مقابلے میں رکھنا عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوتا؟اور اس دنیا کو دارالامتحان کہنا مناسب ہوتا؟ظاہر بات ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔

باب٦:

گناہوں کو دھوڈالنے اور دنیا وآخرت میں کام آنے والی نیکیاں

اسلام ہمیں ہر طرح کی نیکی اختیار کرنے اور ہر قسم کے گناہ سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کے اس مطالبے کو پورا کرنا دنیوی اور اخروی اعتبار سے خود ہم انسانوں ہی کے فائدے کی بات ہے، اور اس کے برعکس راہ اختیار کرنے میں بھی خود انسان اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔
یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں جن نیکی کے کاموں کا حکم دیا ہے ان میں بے شمار کام ایسے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے پر نہ صرف یہ کہ اجروثواب یقینی ہے بلکہ ان کے ذریعے انسان کے تمام صغیرہ گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔
آئندہ سطور میں ہم بعض ایسی نیکیوں کا ذکر کریں گے جن کے ذریعے گناہوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں انسان کے حد درجہ کام آتی ہیں!

وضو کا فائدہ:

نماز سے پہلے وضو کرنا نماز کی قبولیت کے لیے ضروری ہے حتی کہ اگر پانی موجود نہ ہو تو پھر بھی پاک مٹی سے تیمم کو وضو کے قائم مقام کو رکھا گیا۔ اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نماز کی بنیادی شرط ہونے کی وجہ سے وضو ایک نیک عمل ہے۔ اور اس نیک عمل سے گزرے بغیر نماز کا کوئی تصور نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وضو کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے صغیرہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر جتنا شکر کیا جائے تھوڑا ہے۔
☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْمَعَ اٰخِرِقَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَاغَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْمَعَ اٰخِرِقَطْرِالْمَاءِ فَاِذَاغَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْمَعَ اٰخِرِقَطْرِالْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ))(۱)

"جب ایک مسلمان شخص وضو کرتا ہے اوراس دوران اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے وہ تمام گناہ جن کا اس کی دونوں آنکھوں نے ارتکاب کیا تھا، پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ڈھل جاتے ہیں ۔اسی طرح جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے کیے گئے تمام گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ہی ڈھل کر صاف ہوجاتے ہیں۔اسی طرح جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ جس کی طرف اس کے پاؤں چل کر جاتے تھے، پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ڈھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وضو کرنے والا گناہوں سے بالکل پاک ہوجاتا ہے۔"

نماز کے لیے مسجد کی طرف جانا:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِى الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِىْ بَيْتِهٖ وَفِىْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَ عِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَذَالِكَ اِنَّهٗ اِذَاتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَايُخْرِجُهُ اِلَّاالصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّارُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَاصَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّىْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِىْ مُصَلَّاهُ ،اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَايَزَالُ أَحَدُكُمْ فِىْ صَلٰوةٍ مَاانْتَظَرَ الصَّلٰوةَ))(۲)

(۱) [صحیح مسلم ،کتاب الطهارة ،باب خروج الخطايا مع ماء الوضو(ح۲٤٤)]
(۲) [صحیح بخاری ،کتاب الاذان ،باب فضل صلاة الجماعة (ح٦٤٧)صحیح مسلم]

''آدمی کی باجماعت نماز کا ثواب، گھر اور بازار کی (اکیلی) نماز کے مقابلہ میں پچیس گنا بڑھادیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے صرف نماز کی خاطر مسجد کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹادیا جاتا ہے۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لیے اس وقت تک جب تک وہ اپنی جائے نماز میں بیٹھا رہتا ہے، یہ دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس پر مہربانی فرما۔ اے اللہ اس پر رحم فرما۔ اور جب تک کوئی آدمی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے تب تک وہ نماز کی حالت ہی میں شمار ہوتا ہے۔''

اذان کہنا اور اذان کا جواب دینا:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدٰى صَوْتِهٖ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ، وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ صَلَاةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَابَيْنَهُمَا))(۱)

''اذان دینے والے شخص کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک اس کے لیے بخشش کر دی جاتی ہے اور ہر تر اور خشک چیز اس کے لیے (روز قیامت) گواہی دے گی اور نماز باجماعت ادا کرنے والے کے لیے ایک نماز کی جگہ پچیس نمازیں لکھی جاتی ہیں اور دو نمازوں کے درمیانی وقت کے (صغیرہ) گناہ اس سے مٹادیئے جاتے ہیں۔''

☆......سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ہر تر اور خشک چیز اس کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے۔

☆......حضرت عبداللہ مازنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

((اِنِّیْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِیْ غَنَمِكَ اَوْبَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ لِلصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَآءِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَااِنْسٌ وَّلَا شَیْءٌ

(۱) [سنن ابو داؤد، کتاب الصلوة، باب رفع الصوت بالاذان (ح ۵۱۱) صحیح ابن ماجه (ازالبانی) ج ۱ ص ۱۲۲، کتاب الاذان۔ باب فضل الاذان]

اِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))[1]

" میں دیکھتا ہوں کہ آپ بکریاں لے کر دیہاتی علاقے میں رہنا پسند کرتے ہیں، اس لیے جب آپ اپنی بکریوں کے ریوڑ یا دیہات میں ہوں، تو نماز کے لیے اونچی آواز سے اذان کہیے کیونکہ جن وانس اوران کے علاوہ جو چیز بھی اذان کی آواز سنے گی وہ قیامت کے دن اس کے لیے گواہی دے گی۔اس کے بعد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان سے کہتے ہیں کہ یہ بات میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔"

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب مؤذن اَللّٰه اکبر الله اکبر کہے تو سننے والا بھی الله اکبر الله اکبر کہے۔ پھر مؤذن اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہے تو سننے والا بھی اشهد ان لااله الا الله کہے۔ پھر مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه کہے تو سننے والا بھی اشهد ان محمدا رسول الله کہے۔ پھر مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہے تو سننے والا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه کہے۔ پھر جب مؤذن حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے تو سننے والا لاحول ولاقوه الا بالله کہے۔ پھر مؤذن الله اکبر الله اکبر کہے تو سننے والا بھی الله اکبر الله اکبر کہے۔ پھر جب مؤذن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہے تو سننے والا بھی لا اله الا الله کہے، تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، بشرطیکہ صدق دل سے یہ کلمات کہے۔"[2]

اذان کے بعد دعا:

☆......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے:

((اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا))

(۱) [صحيح بخاری ، كتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء (ح٦٠٩)]

(۲) [صحيح مسلم ،كتاب الصلاة، باب استحباب القول...... (ح٣٨٥)]

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے رب اور محمد ﷺ کے رسول اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں، تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں''(۱)

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جب مؤذن کی اذان سنو تو تم بھی وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر تم مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ پھر تم اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو، یہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندے کو ملے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ خوش نصیب میں ہی ہوں گا۔ لہذا جس نے میرے لیے وسیلہ مانگا، اس کے لیے میری سفارش حلال ہوگئی۔''(۲)

نماز کی برکتیں:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالُوْا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ فَذَالِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا))(۳)

بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کی میل کچیل باقی رہ جائے گی؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا نہیں، اس کی میل کچیل باقی نہیں رہے گی، تو آپ ؐ نے فرمایا: پھر یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

(۱) [مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول......(ح۳۸۶)] (۲) ایضا(۳۸٤)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ ......(ح٦٦٦) صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوات، باب الصلوات الخمس کفارۃ(ح٥٢٨)]

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَامِنُ اِمُرِءٍ مُسُلِمٍ تَحُضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحُسِنُ وُضُوءَ هَاوَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا اِلَّاكَانَتُ كَفَّارَةً لِّمَاقَبُلَهَامِنَ الذُّنُوبِ مَالَمُ يَأْتِ كَبِيُرَةً وَذٰلِكَ الدَّهُرَكُلَّهُ))(۱)

''جو مسلمان فرض نماز کا وقت پالے، پھر وہ اچھے طریقے سے وضو کرے، خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرے، اور اطمینان سے رکوع (وسجود) کرے، تو یہ نماز اس کے سارے سابقہ (یعنی چھوٹے) گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، بشرطیکہ وہ کبائر (یعنی بڑے گناہوں) سے بچا رہے اور یہ ثواب اسے ہمیشہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔''

☆......((عَنُ اَبِيُ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالُوَرَقُ يَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصُنَيُنِ مِنُ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ الُوَرَقُ يَتَهَافَتُ قَالَ فَقَالَ يَااَبَا ذَرٍّ! قُلُتُ لَبَّيُكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الُعَبُدَ الُمُسُلِمَ لَيُصَلِّى الصَّلَاةَ يُرِيُدُ بِهَا وَجُهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنُهُ ذُنُوبُهُ كَمَا يَتَهَافَتُ هٰذَا الُوَرَقُ عَنُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ))(۲)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں میں باہر نکلے جبکہ یہ پت جھڑ کا موسم تھا۔ آپ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ کر انہیں ہلایا تو ان کے پتے جھڑنے لگے۔ آپ نے کہا: اے ابو ذر رضی اللہ عنہ! میں نے کہا: جی حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ جب ایک مسلمان بندہ صرف اللہ کی رضا کا طالب بن کر نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔''

جمعہ کی نماز:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنُ تَوَضَّاَ فَاَحُسَنَ الُوُضُوءَ ثُمَّ اَتَى الُجُمُعَةَ فَاسُتَمَعَ وَاَنُصَتَ غُفِرَلَهُ مَابَيُنَهُ وَبَيُنَ

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الصلوٰة: باب فضل الوضوء والصلاة عقبه (ح ۲۲۸)]

(۲) [احمد (ج ۵ ص ۲۳۰)] (۳) [صحیح مسلم، کتاب الجمعة (ح ۸۵۷)]

الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا)) (۳)

"جو شخص (جمعہ کے دن) اچھی طرح وضو کر کے جمعہ پڑھنے آئے اور جمعہ کا خطبہ خاموشی سے سنے، تو اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور مزید تین دن [یعنی کل دس دن] کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جس شخص نے (دورانِ خطبہ) کنکریوں کو ہاتھ لگایا، اس نے لغو کام کیا۔"

☆...... حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ وَابْتَكَرَ وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ، فَاسْتَمَعَ، وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ اَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا)) (۱)

"جو شخص جمعہ کے دن خود غسل کرے اور گھر والوں کو بھی غسل کرائے اور صبح سویرے بغیر سواری کے پیدل مسجد کو جائے، اور امام کے قریب ہو کر بیٹھے پھر خاموشی سے خطبہ سنے اور کوئی لغو کام نہ کرے، تو اس کے لیے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور ایک سال کی نمازِ تہجد کا ثواب ہے۔"

نمازِ تہجد:

☆...... حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ، فَاِنَّهُ دَاْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ لِلْاِثْمِ)) (۲)

"رات کا قیام (یعنی نمازِ تہجد کا اہتمام) ضرور کیا کرو، یہ ان نیک لوگوں کا طریقہ ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور یہ تمہارے رب کے قریب ہونے، گناہوں کو مٹانے اور ان سے روکنے کا ذریعہ بھی ہے۔"

---

(۱) [سنن ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة (ح ۳۴۱) صحیح ابن ماجه (از البانی (ج ۱ ص ۵۱۷۹)]

(۲) [سنن ترمذی، کتاب جامع الدعوات، باب من فتح له منکم باب الدعاء..... (ح ۳۵۴۹)]

☆......حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یَـا أَیُّهَـا النَّـاسُ أَفْشُـوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُـوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا [بِـاللَّیْلِ] وَالنَّـاسُ نِیَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) (۱)

''اے لوگو! بہت زیادہ سلام کیا کرو، کھانا کھلایا کرو، لوگ جب سوئے ہوں تو نماز پڑھا کرو، اس کے نتیجہ میں تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔''

آمین کہنے کی فضیلت:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((إِذَا قَـالَ الْإِمَـامُ غَیْرِ الْمَـغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ، فَقُولُوا آمِیْنَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِکَةِ غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) (۲)

''جب امام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

نفلی نمازوں کا ثواب:

☆......معدان بن طلحہؒ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے میں نے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے مجھے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے، (راوی کا کہنا ہے کہ) یا انہوں نے یہ کہا: مجھے وہ عمل بتایئے جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ پھر تیسری مرتبہ بھی میں نے یہی سوال کیا تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس طرح میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ جواب دیا تھا کہ

---

(۱) [صحیح ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث افشوا السلام......(ح۲٤۸٥)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین (ح٤٤٧٥)]

((عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِلِلّٰهِ فَإِنَّكَ لَاتَسْجُدُلِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَادَرَجَةً وَحَطَّ عَنْكَ بِهَاخَطِيْئَةً قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيْتُ اَبَاالدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَ مَاقَالَ لِيْ ثَوْبَانُ)) (۱)

''اللہ کے حضور بکثرت سجدے کیا کرو کیونکہ ہر وہ سجدہ جوتو اللہ کے حضور کرے گا، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تیرا ایک درجہ بلند کرے گا اور تیرا ایک گناہ مٹا دے گا۔''
معدان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اسی طرح ان سے بھی سوال کیا جیسے ثوبان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو ثوبان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔''

بارہ نوافل کی فضیلت:

☆......((عن ام حبیبة زوج النبی ﷺ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَامِنْ عَبْدٍمُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَفَرِيْضَةٍ إِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَوْإِلَّا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ)) (۲)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان ہرروز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فرائض کے علاوہ بارہ رکعت نوافل پڑھتا ہے، اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا گھر بنا دیتے ہیں۔''

ظہر کی سنتوں کی فضیلت:

☆......((عن ام حبیبة زوج النبی ﷺ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلٰى اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)) (۳)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیه (ح۴۸۸)]
(۲) [مسلم، باب فضل السنن الراتبة......(ح۷۲۸)]
(۳) [ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب (۲۰۰۔ح۴۲۸)]

''جو شخص ظہر سے پہلے چار اور اس (ظہر) کے بعد چار رکعتیں ہمیشہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا۔''

اللہ کے حضور سجدہ ریزی:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَاقَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُوْلُ يَاوَيْلَهُ أُمِرَابْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِفَسَجَدَفَلَهُ الْجَنَّةُ ،وَأُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ))[1]

''جب ابن آدم (قرآن مجید میں) سجدہ والی آیت کی تلاوت کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان (اس کے اس عمل کو دیکھ کر) اس سے الگ ہو کر روتے ہوئے کہتا ہے: ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا اور جنت حاصل کر لی اور مجھے سجدے کا حکم ہوا مگر میں نے انکار کیا اور جہنم کا مستحق قرار پایا۔''

درود پاک کی فضیلت:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا))[۲]

''جس شخص نے ایک مرتبہ مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت کریں گے۔''

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَصَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُدَرَجَاتٍ))[۳]

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت کرے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے لیے دس درجات بلند کئے جائیں گے۔''

☆......حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلاۃ (ح ۸۱)]

(۲) [صحیح مسلم (ح ۴۰۸)] (۳) [صحیح سنن نسائی (از البانی ـ ح ۱ ص ۲۷۸)]

((مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا، وَحِيْنَ يُمْسِيْ عَشْرًا اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))(۱)

”جو شخص صبح اور شام کے وقت دس دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے کل قیامت کے دن اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔“

نماز کے بعد کا ذکر:

☆...... حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ))(۲)

”جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰه، تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور تینتیس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور ایک بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہہ کر ایک سو (۱۰۰) کی گنتی پوری کرتا ہے، اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔“

شیطان سے حفاظت:

☆...... حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص ایک دن میں سو بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے، اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ مٹا دیے

(۱) [صحیح الجامع الصغیر (ج ۲، ص ۱۰۸۸)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ (۵۹۷)]

جائیں گے اور شام تک پورا دن وہ شیطان سے محفوظ رہے گا اور کوئی شخص اس سے زیادہ بہتر عمل لیکر نہیں آئے گا مگر وہ شخص جس نے یہ وظیفہ اس سے بھی زیادہ پڑھا۔"(۱)

ایک ہزار نیکیاں، اور ایک ہزار گناہ معاف:

☆......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَيَعۡجِزُ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّكۡسِبَ كُلَّ يَوۡمٍ اَلۡفَ حَسَنَةٍ فَسَاَلَهٗ سَائِلٌ مِنۡ جُلَسَاءِهٖ: كَيۡفَ يَكۡسِبُ اَحَدُنَا اَلۡفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسۡبِيۡحَةٍ فَيُكۡتَبُ لَهٗ اَلۡفُ حَسَنَةٍ اَوۡ يُحَطُّ عَنۡهُ اَلۡفُ خَطِيۡئَةٍ))(۲)

"کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ وہ ہرروز ایک ہزار نیکی کرے؟ شریکِ مجلس لوگوں میں سے ایک نے جواب دیا کہ ہم میں سے کون ہے جو روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سو بار سُبۡحَانَ اللّٰه کہے اس کے اعمال نامہ میں ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہے اور اس کے ایک ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔"

ہر دم اللہ کا ذکر:

☆......حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلَا اُنَبِّئُكُمۡ بِخَيۡرِ اَعۡمَالِكُمۡ وَاَزۡكَاهَا عِنۡدَ مَلِيۡكِكُمۡ وَاَرۡفَعِهَا فِيۡ دَرَجَاتِكُمۡ وَخَيۡرٌ لَّكُمۡ مِنۡ اِنۡفَاقِ الذَّهَبِ وَالۡوَرِقِ وَخَيۡرٌ لَّكُمۡ مِنۡ اَنۡ تَلۡقَوۡا عَدُوَّكُمۡ فَتَضۡرِبُوۡا اَعۡنَاقَهُمۡ وَيَضۡرِبُوۡا اَعۡنَاقَكُمۡ؟ قَالُوۡا بَلٰى قَالَ ذِكۡرُ اللّٰهِ))(۳)

"کیا میں تمہیں ایسے بہترین عمل کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمہارے ہاں بہت زیادہ

(۱) [صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس و جنوده (ح۳۲۹۳)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب فضل التهلیل والتسبیح]

(۳) [صحیح سنن الترمذی (ج۳ ص۱۳۹)]

پاکیزہ، تمہارے درجات میں بہت زیادہ بلندی کرنے والے، اور تمہارے لیے راہ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر کہ تم دشمن سے ملو، اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں؟
صحابہؓ نے عرض کیا، ضرور بتایئے! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔"

صدقہ وخیرات کا فائدہ:

☆......((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ [اَجْرًا]فَقَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَوَتَأمُلُ الْغِنٰی وَلَاتُمْهِلُ حَتّٰی اِذَابَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَاوَلِفُلَانٍ کَذَا اَلَاوَقَدْکَانَ لِفُلَانٍ))(۱)

"حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اجر کے لحاظ سے کون سا صدقہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ تم تندرستی اور حرص وطمع کی حالت میں فقر سے ڈرتے ہوئے اور غنا کی امید رکھتے ہوئے صدقہ کرو۔ اور صدقہ کرنے میں اتنی تاخیر نہ کرو کہ سانس حلق تک پہنچ جائے (یعنی موت کا وقت آن پہنچے) اور پھر تم یہ کہنا شروع کر دو کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا اتنا دے دو، حالانکہ اب تو تمہارا یہ مال انہی فلاں فلاں [یعنی وارثوں] کے لیے ہی ہے۔"

اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کا فائدہ:

☆......حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
((مَنْ صَامَ یَوْمًافِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بَاعَدَاللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِسَبْعِیْنَ خَرِیْفًا))(۲)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحیح الشحیح (ح۱۰۳۲) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب فضل صدقة الشحیح الصحیح]
(۲) [صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام فی سبیل اللہ (ح۱۱۵۳)]

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن روز رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر (۷۰) سال کی مسافت تک (جہنم کی) آگ سے دور کر دیتا ہے۔“

☆......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ))(۱)

”جو شخص اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھتا ہے، اس کے درمیان اور جہنم کی آگ کے درمیان اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مسافت کے برابر خندق بنا دیتا ہے۔“

یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) کا روزہ:

☆...... ((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ: يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ))(۲)

”حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے دن (۹ ذوالحجہ) کے روزہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس روزے کے بدلے میں گزشتہ اور آئندہ ایک ایک سال کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔“

حج وعمرہ کی فضیلت:

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))(۳)

”جو شخص حج کرے اور اس میں کوئی بے ہودہ حرکت اور فسق وفجور والا کام نہ کرے تو وہ اس طرح واپس لوٹے گا جیسے آج ہی اسے اس کی ماں نے جنم دیا ہے۔“

یعنی اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

---

(۱) [صحيح ترمذى، للالبانى (ج۲ ص۱۲٤)]

(۲) [مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر]

(۳) [صحيح بخارى، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور (ح۱۵۲۱)]

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ))[1]

''ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف اور صرف جنت ہے۔''

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ ، كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَلَيْسَ لِلْحَجِّ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ))[2]

''لگا تار حج اور عمرہ کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اور حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔''

علم دین کی فضیلت:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ))[3]

''جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے ایک راستے پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں (مسجدوں) میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے معانی و مفاہیم ایک دوسرے

(۱) [صحیح بخاری، کتاب العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها (ح۱۷۷۳)]

(۲) [صحیح الترمذی، للالبانی (ج۱، ص۲۴۴)]

(۳) [صحیح مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع علی تلاوة القران (ح۲۶۹۹)]

کو سمجھاتے ہیں، تو ایسے لوگوں پر سکونت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس کے (مقرب) فرشتوں میں کرتا ہے اور جس کا عمل ہی اسے پیچھے چھوڑ دے تو پھر اس کا حسب ونسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔"

قرآن پڑھنے اور قرآن پڑھانے والا:

☆......((عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ))(١)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو خود قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔"

☆......((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ ،وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُوْلُ :الم حَرْفٌ ،وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ))(٢)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے، اس کے لیے اس کے بدلہ میں ایک نیکی ہے ،اور وہ ایک نیکی بھی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک الگ حرف ہے اور میم ایک الگ حرف ہے۔"

تکلیف اور پریشانی پر صبر کی جزا:

☆......حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمُ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ))(٣)

---

(١) [صحيح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه]

(٢) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن (ح ٢٩١٠)] (٣) [بخاری (ح ٥٦٤١)]

''کسی مسلمان کو تھکاوٹ، بیماری، پریشانی، غم اور تکلیف پہنچے حتیٰ کہ کانٹا بھی لگے تو اس کے بدلہ میں اس کے (صغیرہ) گناہ اللہ تعالیٰ مٹا دیتے ہیں۔''

کفارۂ مجلس کی دعا:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ فَکَثُرَفِیْهِ لَغَطُهٗ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْمَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذَالِكَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ،اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ،اِلَّاغُفِرَلَهٗ مَاکَانَ فِیْ مَجْلِسِهٖ ذَالِكَ))(1)

''جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں بہت زیادہ شور وشغف ہوتا رہا، چنانچہ اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے اس نے یہ دعا پڑھ لی:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ،اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ))

''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔''

تو اس دعا کے بدلے میں اس کے اس مجلس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

اللہ کا خوف اور جہاد فی سبیل اللہ:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَایَلِجُ النَّارَرَجُلٌ بَکیٰ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ حَتّٰی یَعُوْدَاللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ،وَلَایَجْتَمِعُ غُبَارٌفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ))(2)

''جس طرح دودھ پستان میں واپس نہیں آ سکتا، اسی طرح وہ آدمی دوزخ میں نہیں جا سکتا، جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو پڑا۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں (ایک جگہ) جمع نہیں ہو سکتے۔''

---

(1) [صحیح ترمذی (ج٤ ص١٥٣)] (2) [صحیح ترمذی (ج٢ ص١٢٥)]

☆......((عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ، قَطْرَةٌ مِنْ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَثَرٌ فِیْ فَرِیْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ)) (۱)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوقطروں اور دوزخموں سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ (دوقطرے یہ ہیں) ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے گرتا ہے اور دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد فی سبیل اللہ) میں بہتا ہے۔ اور دوزخموں میں سے ایک زخم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگا ہو اور دوسرا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی میں واقع ہوا ہو۔“

اللہ کے خوف سے بہنے والے آنسو:

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
”سات قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سایہ میں ہوں گے، جب کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا (ان سات خوش نصیبوں میں ایک) وہ آدمی بھی ہے جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔“ (۲)

سلام اور مصافحہ کرنے والے:

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((مَامِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَلَهُمَا قَبْلَ اَنْ یَّفْتَرِقَا)) (۳)
”دومسلمان جب (اللہ کی خاطر) آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کو جدا ہونے سے پہلے ہی معاف کر دیا جاتا ہے۔“

(۱) [ترمذی، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی فضل المرابط (ح۱۶۶۹)]
(۲) [صحیح بخاری (ح۶۸۰۶)]　(۳) [صحیح ابوداؤد (ج۳ ص۹۷۹)]

اللہ کی خاطر ملاقات اور محبت رکھنے والے:

☆......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ، لَهُمْ مَنَابِرُمِنْ نُوْرٍيَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ))(۱)

''اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میرے جلال کے پیش نظر جولوگ آپس میں محبت رکھتے ہیں (قیامت کے دن) ان کے لیے ایسے نور کے منبر ہوں گے، جن پر انبیاء اور شھداء بھی رشک کریں گے۔''

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک آدمی نے اپنے بھائی کی زیارت کے لیے اس کی بستی کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا' تو اللہ تعالیٰ نے اسی راستہ میں ایک فرشتہ متعین کردیا۔ جب وہ آدمی اس فرشتے کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے اس سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: فلاں بستی میں اپنے (کسی مسلمان) بھائی سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوں؟

فرشتے نے کہا: تیرا اس پر کچھ احسان ہے کہ تو اس میں اضافہ کرنا چاہتا ہے؟

اس نے کہا نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میں اللہ کی خاطر اس سے محبت کرتا ہوں۔

فرشتے نے کہا، میں تیرے پاس اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں، سن! جس طرح تم اس سے اللہ کی خاطر محبت رکھتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھتے ہیں۔''(۲)

بیمار کی عیادت:

☆......((عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: مَامِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُمُسْلِمًاغُدْوَةً اِلَّاصَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً اِلَّاصَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ مَلَكٍ حَتّٰى صَبحَ،وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِى الْجَنَّةِ))(۳)

(۱) [صحیح سنن ترمذی (ج۲ ص۲۸٤)]

(۲) [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فضل الحب فی الله (ح۲۵٦۷)]

(۳) [صحیح ترمذی (ج۱ ص۲۸٦)]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو شام تک اس کے لیے ستر (۷۰) ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جو مسلمان کسی کی شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے، تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں چنے ہوئے پھل ہوں گے۔''

یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا:

☆......حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا، وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا))(1)

''میں اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے والے جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہتے ہوئے آپؐ نے اپنی انگشتِ شہادت اور بڑی انگلی کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کر کے اشارہ کیا۔''

والدین کی تابعداری کی برکت:

☆......((عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنِّيْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِيْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَبِرَّهَا))(2)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا: یارسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہوگیا ہے، کیا اس کی معافی کی کوئی صورت ہے؟

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان]

(۲) [صحیح ترمذی (۲ص۱۷۷)]

آپؐ نے فرمایا: تیری ماں زندہ ہے؟اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری خالہ زندہ ہے؟اس نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:اس سے نیکی کا برتاؤ کر۔''

صلہ رحمی کا فائدہ:

☆......((عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِیَ الْجَنَّةَ ......؟فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ تَعْبُدُاللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِی الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ))(۱)

''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو مجھے سیدھا جنت میں لے جائے۔تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کی عبادت کراور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور نماز قائم کر، زکوۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔''

☆......((عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَاَلَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ))(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور اس کی عمر میں اضافہ ہو،اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔''

اخلاقِ حسنہ کے فوائد:

☆......حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَاشَیْءٌ اَثْقَلَ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ))(۳)

(۱) [صحیح البخاری، کتاب الادب، باب فضل صلة الرحم(ح ۵۹۸۳)]

(۲) [صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من یبسط له فی الرزق بصلة الرحم(ح ۵۹۸۶)]

(۳) [صحیح الترمذی(ج ۲ ص ۱۹۳۔۱۹۴)]

''قیامت کے دن مومن کے ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اُس شخص سے بغض رکھتا ہے جو فحش کلامی اور بیہودگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔''

☆......((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَكْثَرِ مَايُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ قَالَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ))(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا عمل ہے جس کی بنیاد پر زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اچھا اخلاق ہے۔''

☆......((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا))(۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔''

محتاجوں کے کام آنا:

اگر کسی مظلوم، تنگدست اور پریشان حال شخص سے بقدر استطاعت تعاون کیا جائے تو خود تعاون کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی خصوصی تعاون فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ))(۳)

(۱) [صحیح ترمذی، از البانیؒ (ج۲ص ۱۹٤)]

(۲) [صحیح ابو داؤد، از البانیؒ (ج۳ص ۹۱۱)]

(۳) [مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن (ح۲٦۹۹)]

''جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیوی مشکلات میں سے ایک مشکل آسان کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے ایک مشکل دور فرمادیں گے۔اور جس شخص نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔جب تک کوئی آدمی اپنے بھائی کی مدد کررہا ہوتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کررہے ہوتے ہیں۔''

قرض دار سے حسن سلوک:

☆......((عن ابی هريرة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْوَضَعَ لَهٗ اَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّاظِلُّهٗ))(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو شخص کسی تنگ دست (مقروض) کو مہلت دے یا اس کو معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے تلے جگہ عطا فرمائے گا،جبکہ اس دن اس سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔''

☆......((عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّنَجِّيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ))(۲)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن دکھ اور تکلیف سے بچالے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تنگدست قرض دار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اس کے اوپر سے اتار دے (یعنی اسے قرض معاف کردے)۔''

---

(۱) [صحیح ترمذی ،ازالبانیؒ (ج۲ص ۳۰)]

(۲) [صحیح مسلم ۔ کتاب المساقاة ،باب فضل انظار المعسر]

بیوگان اور مسکینوں سے تعاون کرنے والا:

☆......((عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قَالَ اَلسَّاعِیُ عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَحْسِبُهُ قَالَ وَکَالْقَائِمِ لَایَفْتُرُ وَکَالصَّائِمِ لَایُفْطِرُ))(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''بیوہ عورتوں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ [راوی کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا:] وہ اس شخص کی طرح ہے جو (نماز تہجد کے لیے) قیام کرتا ہے اور سستی نہیں دکھاتا اور اس روزے دار کی طرح ہے جو بکثرت روزے رکھتا ہے۔''

میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور اسے دفن کرنا:

☆......((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَکَانَ مَعَهُ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْهَا وَیَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهُ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ کُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهُ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ))(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب طلب کرتے ہوئے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے، پھر نماز جنازہ کی ادائیگی اور دفن تک ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب کے ساتھ لوٹے گا، اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جس شخص نے نماز جنازہ پڑھی پھر دفن کرنے سے پہلے واپس آ گیا تو وہ ایک قیراط ثواب کے ساتھ لوٹے گا۔''

---

(۱) [بخاری، کتاب الادب، باب الساعی علی المسکین (۶۰۰۷) مسلم، کتاب الزهد، باب الاحسان الی الارملة]

(۲) [بخاری، کتاب الایمان، باب اتباع الجنائز من الایمان (ح۴۷)]

زبان کا درست استعمال:

☆......((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَایُلْقِیْ لَهَابَالًا یَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ ،وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَایُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَافِیْ جَهَنَّمَ))(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''ایک آدمی انجام سے بے پرواہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والا ایک کلمہ کہہ دیتا ہے اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند فرما دیتا ہے۔اسی طرح انجام سے بے پرواہو کر ایک آدمی اللہ کی ناراضگی والا کوئی لفظ کہہ دیتا ہے اور اس ایک لفظ کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔''

☆......((عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ ،قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ ؟قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ))(۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یارسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے ؟آپ ﷺ نے فرمایا:'' جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (اس کا اسلام افضل ہے)۔''

☆......((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ اَمْلِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَلْیَسَعْكَ بَیْتُكَ وَابْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ))(۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول !نجات کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اپنی زبان پر کنٹرول کرو اور اپنے گھر میں رہو،اور اپنی غلطیوں پر روتے رہو۔''

---

(۱) [صحیح بخاری،کتاب الرقاق،باب حفظ اللسان (ح٦٤٧٨)]

(۲) [صحیح بخاری ،کتاب الایمان ،باب ای الاسلام افضل]

(۳) [صحیح الترمذی (للالبانی)،ج۲ص۲۸۷)]

عدل وانصاف کی اہمیت:

☆......((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَاللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ ،وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ ،اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا))(۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک عدل و انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔[اوراس کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں] یہ وہ لوگ ہوں گے جواپنے فیصلوں اوراپنے اہل وعیال کے معاملہ میں عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔''

☆......((عَنْ عِيَاضٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْسُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ ،وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ))(۲)

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جنت کے مستحق تین طرح کے لوگ ہیں:

۱۔عدل وانصاف اور سچائی کی توفیق دیا گیا بادشاہ۔

۲۔وہ مہربان آدمی جس کا دل ہر قریبی رشتہ دار اور مسلمان کے لیے نرم ہو۔

۳۔وہ پاکدامن آدمی جو اہل وعیال والا ہونے کے باوجود سوال کرنے سے بچتا ہے۔''

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ ،اِمَامٌ عَادِلٌ))(۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''سات قسم کے

(۱) [مسلم ،كتاب الامارة،باب فضيلة الامير العادل(ح۱۸۲۷)]

(۲) [مسلم،كتاب الجنة،باب الصفات التى يعرف بها فى الدنيا اهل الجنة .....(ح۲۸۶۵)]

(۳) [بخارى،كتاب الحدود،باب فضل من ترك الفواحش(ح۶۸۰۰)]

لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان سات میں) ایک عادل بادشاہ (حاکم) بھی ہے۔"

اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے والا:

☆......((عن ابی هریرة عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ - اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا، عَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ اَيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَبْدِيْ اَذْنَبَ ذَنْبًا، فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ، فَقَالَ اَيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، اِعْمَلْ مَاشِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ))[1]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ایک بندہ گناہ کرتا ہے تو کہتا ہے اے میرے اللہ! میرے گناہ معاف فرما، اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اسے معلوم ہے کہ اس کا رب ہی اس کا گناہ معاف کرسکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اس کی گناہ پر گرفت بھی کرسکتا ہے۔ پھر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور یہی دعا کرتا ہے:

اے میرے اللہ! میرے گناہ معاف فرما۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے یقین ہے کہ اس کا رب اس کا گناہ معاف بھی کرسکتا ہے اور اس گناہ پر اس کی گرفت بھی کرسکتا ہے۔ پھر وہ آدمی گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے پروردگار! میرے گناہ کو معاف فرما۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور جان لیا کہ اس کا رب گناہوں کو معاف بھی کرسکتا ہے اور ان پر پکڑ بھی کرسکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (اے میرے بندے!) جو چاہے عمل کر میں نے تجھے معاف کردیا ہے۔"

(۱) [صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب (ح ۲۷۵۸)]

شرم وحیا رکھنے والا:

☆......((عن ابی هریرة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ ،وَالْإِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجُفَاءِ وَالْجُفَاءُ فِي النَّارِ)) (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا، اور (اس کے برعکس) بے حیائی برائی کا حصہ ہے اور برائی کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔“

☆......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ إِلَّا بِخَيْرٍ)) (۲)

”حیاء کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے۔“

نیکی کے ارادہ پر بھی ثواب ہے:

☆......((عن ابن عباس عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ قَالَ :إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هُوَهَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَااللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هُوَهَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً)) (۳)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رب تعالی سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھا، پھر انہیں واضح کر دیا۔ اب جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے لیکن اسے انجام نہیں دے پاتا تو اللہ تعالٰی اس کے نامۂ اعمال میں اپنے پاس سے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اگر وہ ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لیتا ہے تو اللہ تعالٰی اپنے پاس اس کے نامۂ اعمال میں دس

(۱) [ترمذی، کتاب البر (ح۲۰۰۹)] (۲) [مسلم کتاب الایمان باب بیان عدد شعب الایمان]

(۳) [بخاری، کتاب الرقاق باب من هم بحسنة او بسيئة (ح ۶۴۹۱)]

(۱۰) نیکیوں سے لے کر سات سو(۷۰۰) نیکیاں بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھ دیتے ہیں اور وہ شخص جو برائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن برائی کرتا نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے۔اور اگر وہ ارادہ کرنے کے بعد اس برائی کو کرتا ہے تو تب اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔''

سچائی کی راہ اختیار کرنے والا:

☆......((عن عبداللہ بن مسعود قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةَ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰی يُكْتَبَ صِدِّيْقًا،وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِیْ اِلَی النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰی يُكْتَبَ كَذَّابًا))(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ کذاب (بہت جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔''

رزق پر شکر ادا کرنے والا:

☆......((عن معاذ بن انس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ: "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّیْ وَلَاقُوَّةٍ "غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))(۲)

(۱) [بخاری، کتاب الادب،باب قول اللہ تعالیٰ: یاایھاالذین امنو اتقو اللہ وکونوا......(ح۶۰۹۴)مسلم کتاب البر والصلة]

(۲) [صحیح ترمذی (از البانیؒ، ج۳ص۱۵۹)]

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کھانا کھائے اور پھر یہ کلمات کہے:

((اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَاقُوَّةٍ))

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے کھانا دیا اور مجھے بغیر میری طاقت وقوت کے رزق دیا۔''

تو اس کے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

غلام (اور قیدی) آزاد کرنے کا ثواب:

☆......((عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ النَّارِ حَتّٰی فَرْجَهُ بِفَرْجِهٖ))[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے کوئی غلام یا لونڈی آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اس (غلام یا لونڈی) کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر ہر عضو کو دوزخ سے آزاد فرمادے گا، یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کے بدلے اس (آزاد کرنے والے) کی شرمگاہ کو بھی (جہنم سے آزاد کردے گا)۔''

جنت میں درخت اُگانے والی نیکی:

☆......((عن جابر عن النبی ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِی الْجَنَّةِ))[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ (یعنی ''پاک ہے اللہ تعالیٰ عظمت والا اپنی تعریف کے

---

(۱) [بخاری، کتاب کفارات الایمان، باب قوله تعالیٰ او تحریر رقبة]

(۲) [صحیح ترمذی (ج۳ ص ۱٦۰)]

ساتھ") کہا، اس کے لیے اس کے بدلہ میں جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔"

جنت کا خزانہ:

☆......((عن ابی موسی الاشعری قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی كَلِمَةٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ اَوْقَالَ عَلٰی كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ ؟فَقُلْتُ بَلٰی فَقَالَ لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ))(۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:"کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ یا[آپ ﷺ نے فرمایا] جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں ؟میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے: لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ "

[ترجمہ:"گناہوں سے بچنے کی اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہے"]

بخار گناہوں کو دھوڈالتا ہے!

☆......((عن جابر بن عبداللہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ دَخَلَ عَلٰی اُمِّ السَّائِبِ اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ مَالَكِ ؟يَااُمَّ السَّائِبِ اَوْ اُمَّ الْمُسَيَّبِ اَتُزَفْزِفِيْنَ ؟قَالَتْ: اَلْحُمّٰی لَابَارَكَ اللّٰہُ فِيْهَا۔فَقَالَ لَاتَسُبِّی الْحُمّٰی فَاِنَّهَاتُذْهِبُ خَطَايَا بَنِیْ آدَمَ كَمَايُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ))(۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ام سائب یا ام میتب کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیوں کانپ رہی ہو؟

---

(۱) [مسلم، کتاب الذکر، باب استحباب خفض الصوت بالذکر(ح ۲۷۰۴)]

(۲) [مسلم، کتاب البر و الصلة ، باب ثواب المومن فیما یصیبه من مرض(ح ۲۵۷۵)]

اس نے عرض کیا: مجھے بخار ہے، اللہ اس کمبخت بخار کو بے برکت کرے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: بخار کو برا مت کہو، کیونکہ بخار تو اولادِ آدم کی غلطیوں (خطاؤں) کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔"

مقبول دعا اور اس کی برکتیں:

☆......((عن ام الدرداء قَالَتْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ دَعْوَۃُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِیْهِ بِخَیْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ آمِیْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ))[1]

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کی وہ دعا رائیگاں نہیں جاتی جو وہ اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں کرتا ہے۔ ایسی دعا کے موقع پر اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے، چنانچہ جب وہ اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں نیک دعا کرتا ہے تو وہی مقرر فرشتہ آمین کہتا ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ تیرے حق میں بھی یہی دعا قبول ہو۔"

☆......((عن ابی هریرة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ رَجُلٍ یَدْعُو اللّٰهَ بِدُعَاءٍ اِلَّا اسْتُجِیْبَ لَهٗ فَاِمَّا اَنْ یُعَجَّلَ لَهٗ فِی الدُّنْیَا وَاِمَّا اَنْ یُدَّخِرَ لَهٗ فِی الْآخِرَةِ مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَةِ رَحِمٍ اَوْ یَسْتَعْجِلُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ یَسْتَعْجِلُ ؟قَالَ ،یَقُوْلُ دَعَوْتُ رَبِّیْ فَمَا اسْتَجَابَ لِیْ))[2]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے، (وہ اس طرح کہ) یا تو دنیا ہی میں اسے وہ چیز عطا کر دی جاتی ہے یا پھر آخرت میں اس کے لیے اسے ذخیرہ کر

(۱) [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب (ح۲۷۳۳)]

(۲) [صحیح ترمذی (ج۳ ص ۱۸۸)]

دیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے، اور جلد بازی بھی نہ کرے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ دعا کرنے والا جلد بازی کیسے کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب وہ (بے صبرا ہوکر) یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی مگر اس نے قبول نہیں کی۔"

☆......((عن سلمان قال قال رسول الله ﷺ لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ))(1)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دعا سے تقدیر بھی بدل جاتی ہے اور نیکی کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔"

☆......((عن سلمان الفارسیؓ عن النبی ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَيِیٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِیْ اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَيْهِ يَدَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَيْنِ))(2)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "یقیناً اللہ تعالیٰ بہت شرم وحیا والا، اور معزز وکریم ہے، جب اس کا بندہ اس کے حضور ہاتھ اٹھا کر التجاء کرتا ہے تو اسے حیا آتی ہے کہ وہ اپنے بندے کے ہاتھوں کو خالی لوٹائے۔"

جنت میں لے جانے والے مختصر اور آسان کام:

☆......((عن ابی هریرة اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ)) قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا اَزِيْدُ عَلٰی هٰذَا فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ((مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا))(3)

(1) [صحیح ترمذی (ج ۲ ص ۲۲۵)] (2) [صحیح ترمذی (ج۲ ص ۲۲۵)]

(3) [صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب وجوب الزکاة (ح۱۳۹۷) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب السوال عن ارکان الاسلام]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا: مجھے ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرا، فرض نماز کو اہتمام کے ساتھ ادا کر اور جو زکوۃ فرض ہے اسے (سال بہ سال) ادا کرتا رہ اور رمضان المبارک کے روزے رکھ۔ اس آدمی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس میں کچھ بھی زیادتی نہیں کروں گا۔ وہ آدمی واپس چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس بات میں خوشی محسوس کرتا ہے کہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس کی طرف دیکھ لے!''

☆......((عن ابی هريرة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قَالُوْا وَمَنْ يَّاْبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى))(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں داخل ہو جائے گی سوائے اس کے جس نے خود ہی جنت میں جانے سے انکار کر دیا! صحابہؓ نے عرض کیا: وہ کون ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کر دیا!''

......☆......

(1) [صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول الله (۷۲۸۰)]

باب ۷:

گناہ اور اس کے اثرات ونقصانات

جس طرح نیک اعمال انسان کی زندگی میں خوشگوار کیفیت پیدا کرتے ہیں، اسی طرح اس کے برعکس گناہ بھی انسان کے دل ودماغ اور زندگی کو بری طرح متاثر کرتے ہیں، گناہوں میں پڑ کر انسان کس طرح تباہ و برباد ہوتا ہے اور کیسے گناہوں کی زندگی سے چھٹکارا پایا سکتا ہے! آئندہ سطور میں حافظ ابن قیمؒ کے حوالے سے اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالی جارہی ہے۔

گناہوں کے اسباب، وجوہات، دنیوی واخروی نقصانات اور توبہ واستغفار کے حوالے سے تفصیلی مطالعہ کے لیے ہماری کتاب: "انسان اور گناہ" کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ [مؤلف......]



گناہ کی ہلاکت خیزیاں

گناہ اور معصیت حد درجہ مضر چیز ہے، البتہ ان کے بُرے اثرات کے درجے الگ الگ ہیں۔ دنیا میں پھیلی ہوئی ہر بیماری اور بگاڑ کی تہہ میں گناہ اور معصیت کے برے اثرات ہی کارفرما ہوتے ہیں۔ غور کیجیے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس نے ہمارے ماں باپ [یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام] کو راحت، خوشی اور مسرت کے ابدی مقام [جنت] سے رنج، غم اور معصیت کے دائمی گھر یعنی دنیا میں لا پھینکا؟ وہ کون سی چیز تھی جس نے ابلیس کو آسمان کی بادشاہت سے نکال ڈالا؟ رحمت کا مستحق تھا لعنت کے قابل اس کو بنایا، حسن وجمال سے مالا مال تھا، بدصورتی اور پھوہڑپن اس کا مقدر بنا، جنت میں تھا، دہکتی ہوئی آگ اس کی قسمت ٹھہری، اور مقرب ترین تھا اور کہاں نامرادوں اور بدبختوں کی قیادت اس کے حصے میں آئی!

یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا چیز تھی جس نے دھرتی کے تمام باشندوں کو پانی میں ایسا غرق کیا کہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں تک جا پہنچا؟ قوم عاد پر ایسی آندھی کیوں آئی جس نے قوم کے ایک ایک قد آور کو بے حس وحرکت کر ڈالا۔ جن کے نشانات آج بھی جائے عبرت ہیں۔ وہ کون سی چیز تھی جس نے قوم ثمود پر ایسی دل دہلا دینے والی اور سینہ چیر کر رکھ دینے والی چیخ مسلط کی جس نے قوم لوطؑ کی بستیوں کو اتنا اونچا اٹھایا کہ آسمان کی بلندی پر قدسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں پھر وہاں سے انہیں اوندھا الٹ دیا اور آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ جو قوم بھی اس عادت بد کا شکار ہوگی وہ اس طرح کی عبرت ناک سزا ہی کی مستحق ہے۔

وہ کیا چیز تھی جس نے قوم شعیب پر سائبان کی شکل میں عذاب کیا۔ ابر کی یہ چھتری جب ان پر تن جاتی تو اس کے اندر سے شعلے اور دہکتے انگاروں کی بارش ہوتی۔ وہ کیا چیز تھی جس نے فرعونیوں کو ڈبو دیا اور ان کی روحوں کو دوزخ میں پھینک دیا۔ ایک طرف جسم تہہِ آب ہوا اور دوسری طرف روحیں شعلہ پوش ہوئیں۔ وہ کیا چیز تھی جس نے قارون کو گھر والوں سمیت زمین کی گہرائی میں پیوند کیا، جس نے قوم عاد کی معاصر قوم کو زبردست چنگھاڑ سے فنا کے گھاٹ اتار دیا کہ ہر ایک حواس باختہ ہو کے مرا؟ وہ کون سی چیز تھی جس کی پاداش میں بنی اسرائیل پر ان سے زیادہ سخت قوم مسلط ہوگئی جو ان کے گھروں میں گھس گئی، مردوں کو تہہ تیغ کر دیا اور بچوں، عورتوں کو غلام بنالیا۔ وہ کیا تھا جس سے یہ بندر اور سور بنا دیئے گئے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط ہوئے اور ذلت ان پر چھا گئی؟!

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب قبرص فتح ہوا تو میں نے دیکھا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کیا آج رونے کا دن ہے؟ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جبیر! تمہارا برا ہو تم نے نہیں دیکھا جب کوئی قوم احکامِ الٰہی کو توڑ دیتی ہے تو اللہ کے سامنے اس کی کیا عزت رہ جاتی ہے۔ بھلا سوچو! ان لوگوں کو کیا شان وشوکت حاصل نہ تھی؟ کیا ان کا کوئی اپنا بادشاہ نہ تھا؟ لیکن جب انہوں نے احکامِ خداوندی کی خلاف ورزی کی تو ان کی کیا دُرگت بنی؟!

مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہوگی تو اللہ ان پر اپنا ہمہ گیر عذاب مسلط کر دے گا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا اس وقت ان میں نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں! تو میں نے عرض کیا: پھر ان کے ساتھ اس وقت کیا برتاؤ کیا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: گنہگاروں کو جو عذاب پہنچے گا، انہیں بھی وہی عذاب پہنچے گا۔ پھر (مرنے کے بعد) یہ اللہ کی بخشش ومغفرت کے حقدار ہوں گے۔''

حضرت حسنؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یہ امت اس وقت تک اللہ کے ہاتھ کے نیچے ہوگی جب تک اس امت کے امراء اپنے علماء کی موافقت کریں گے، امت کے صالحین، فاسقوں اور فاجروں کو نیک بنائیں گے اور اچھے لوگ برے لوگوں کی اہانت اور تذلیل نہیں کریں گے اور جب وہ غلط عمل کریں گے تو اللہ ان پر سے اپنا ہاتھ اٹھالے گا، پھر ان کے اوپر انہی میں سے سرکش لوگوں کو مسلط کردے گا۔ جو انہیں بدترین عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں فقر وفاقہ میں مبتلا کردے گا۔"

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ)) [سنن ابن ماجه(ح ٤٠٢٢)]

"بے شک آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کردیا جاتا ہے۔"

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو دستر خوان پہ بلاتے ہیں اسی طرح (دشمن) قومیں تمہیں لقمہ تر سمجھ کر چاروں طرف سے تم پر ٹوٹ پڑیں گی ......ایک شخص نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول! کیا ہماری قلتِ تعداد کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت زیادہ ہوگے لیکن تمہاری حیثیت خس وخاشاک سے بڑھ کر نہیں ہوگی۔ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب اٹھ جائے گا اور تمہارے اندر "وہن" کی بیماری لگ جائے گی۔ پوچھا گیا کہ وہن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب مجھے معراج کروائی گئی تو میرا گزر ایک قوم پر ہوا، جن کے ناخن تانبے کے تھے، جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے تھے۔ میں نے کہا جبرائیلؑ! یہ کون

لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو لوٹتے [یعنی غیبت کرتے] تھے۔'' [مسند احمد]

حضرت حسنؒ سے ایک مرسل روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب لوگ علم کا مظاہرہ کریں گے لیکن عمل سے کورے ہوں گے، زبانی محبت کا دعویٰ کریں گے لیکن دلوں میں بغض اور عداوت رکھیں گے اور رشتوں ناطوں کو توڑ ڈالیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر لعنت برسائے گا اور ان کے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں کو اندھا بنا دے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَامَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسٌ إِذَابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَاَعُوذُ بِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِكُوهُنَّ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوا بِهَاإِلَّا فَشَافِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي اَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْاوَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّااُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمَؤُنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوازَكَاةَ اَمْوَالِهِمْ إِلَّامُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَاللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّاسَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّامِنْ غَيْرِهِمْ فَاَخَذَ بَعْضَ مَافِي اَيْدِيهِمْ وَمَالَمْ تَحْكُمْ اَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّااَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ))[سنن ابن ماجہ(ح۴۰۱۹)]

''اے مہاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہوگے (تو نقصان اٹھاؤ گے)، اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کا شکار ہو جاؤ (اور وہ یہ ہیں):

۱۔ جب کسی قوم میں زنا کاری برسرعام ہونے لگے، تو اس قوم میں طاعون اور ایسی ایسی تکلیفوں والی بیماریاں پھیل جائیں گی جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ ہوئی ہوں گی۔

۲۔ جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی اسے قحط سالی، تنگ زندگی اور ظالم حکمرانوں سے

واسطہ پڑے گا۔

۳۔جس قوم نے اپنے مال کی زکاۃ روکی ،اس کے لیے آسمان سے بارش کا سلسلہ روک لیا جائے گا۔اگر جانور نہ ہوں تو بارش کی ایک بوند نہ برسے!

۴۔جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کیے ہوئے وعدے کو توڑ دیا ،اللہ ان پر باہر سے ایسا دشمن مسلط کر دے گا، جو ان کے پاس موجود وسائل پر قبضہ کر لے گا۔

۵۔جس قوم کے حکمران ،اللہ کی کتاب کو نافذ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس قوم کے درمیان خانہ جنگی پیدا کر دے گا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب لوگ درہم و دینار میں بخل سے کام لینے لگیں،ایک دوسرے سے بیع عینہ [ناجائز کاروبار] کرنے لگیں ،بیلوں کی دم کے پیچھے چلیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیں گے ،تو اللہ تعالیٰ ان پر اس وقت بلا اور آزمائش مسلط کرے گا تاوقتیکہ وہ اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آئیں ۔" [مسند احمد]

حضرت حسنؒ سے ایک مرسل روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کا معاملہ عقلمندوں کے سپرد کر دیتا ہے اور جو مال غنیمت انہیں میسر آتا ہے اس کو ان کے سخی اور فراخ دل لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ان کا معاملہ اس قوم کے احمقوں کے سپرد کر دیتا ہے اور ان کا مال غنیمت ان کے بخیلوں کے سپرد کر دیتا ہے۔"

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایک آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور دوزخ میں جھونک دیا جائے گا جس سے اس کی آنتیں آگ میں ابل کر گر پڑیں گی، وہ شخص اس کے گرد اس طرح گھومے گا

جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔اس حالت کو دیکھ کر دوزخی اس کے گرد اکٹھے ہوں گے اور کہیں گے اے فلاں! تیرا یہ حال کیونکر ہوا۔کیا تو ہمیں نیکی اور بھلائی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہ روکتا تھا؟!

وہ کہے گا:ہاں! میں یہی کرتا تھا لیکن دراصل میں تمہیں بھلائی سکھاتا تھا خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تمہیں برائی سے روکتا تھا لیکن میں خود اس سے باز نہیں آتا تھا!'' [صحیح بخاری]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچتے رہو کیونکہ یہ گناہ جب اکٹھے ہوجاتے ہیں تو آدمی کو ہلاک کردیتے ہیں۔ پھر اس کی مثال دیتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسے ایک قوم نے کسی چٹیل میدان میں پڑاؤ ڈالا ،اتنے میں ان کے کھانے کا وقت آگیا،تب ایک شخص جا کر لکڑی لے آتا ہے،دوسرا جاتا ہے اور وہ بھی لکڑی لے آتا ہے یہاں تک کہ ڈھیر ساری لکڑیاں جمع ہوجاتی ہیں پھر اس کا الاؤ روشن ہوتا ہے اور وہ لوگ اس پر کھانے کی چیزیں رکھ کر پکا لیتے ہیں۔'' [مسند احمد]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آج تم جو بعض کام کرتے ہو تمہاری نظر میں اس کی اہمیت بال برابر نہیں ہوتی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم اسے تباہ کن تصور کیا کرتے تھے۔'' [بخاری]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک عورت پر بلی کی وجہ سے عذاب نازل ہوا،اس نے ایک بلی باندھ کر رکھی تھی یہاں تک کہ بلی مرگئی اس کی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں گئی، کیونکہ وہ اسے نہ کھانے کو دیتی تھی نہ پینے کو اور، نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالے۔''

گناہ انسان پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

معصیت اور گناہوں کے نہایت مضر اثرات دل اور جسم پر یکساں پڑتے ہیں اور دنیا و آخرت میں اس کے ہمہ گیر نقصانات کا اندازہ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ آئندہ سطور میں گناہوں کے چند اہم اثرات کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔علم سے محرومی:

علم اللہ کا نور اور اس کا دیا ہوا اُجالا ہے جس کو وہ دل اور ضمیر میں اتارتا ہے اور معصیت اس نور کو بجھا دیتی ہے۔ امام شافعیؒ نے جب امام مالکؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تو ان کی ذہانت، ہوش مندی اور کمال سمجھداری کو دیکھ کر امام مالکؒ دنگ رہ گئے اور فرمانے لگے:

''میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے تمہارے دل پر نور کی ضیا بار کرنیں اتاری ہیں دیکھنا! گناہ اور معصیت کی اندھیاری سے اس کو بجھا نہ دینا۔''

انہی امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ

شَكَوْتُ إِلَى وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِي   فَأَرْشَدَنِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي

میں نے اپنے استاد وکیعؒ سے خراب حافظے کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ معصیت اور گناہ چھوڑ دو۔ اور یہ بھی کہا کہ جان لو، علم اللہ کا فضل اور کرم ہے اور یہ نافرمانوں کو نہیں دیا جاتا۔

۲۔رزق سے محرومی:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ)) [سنن ابن ماجه (ح ٤٠٢٢)]

"بے شک آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے سے روزی میں افزائش اور برکت ہوتی ہے اور پرہیز گاری اور خدا کا خوف نہ کرنے سے لامحالہ فقر و فاقہ تیزی سے لاحق ہوتا ہے۔

۳۔ وحشت اور گھبراہٹ:

گناہ اور معصیت کی راہ اختیار کرنے والے پر از خود ایک خوف طاری رہتا ہے اور یہ خوف اور گھبراہٹ اتنی شدید ہوتی ہے کہ کوئی لذت، اور راحت نہ اسے مزہ دیتی ہے اور نہ آرام پہنچنے دیتی ہے لیکن اس نفسیاتی کیفیت کا صحیح اندازہ صرف وہی لگا سکتا ہے جس میں زندگی کی کوئی رمق ہے ورنہ جس کا بدن مردہ ہو چکا ہو اس کے ٹکڑے بھی کر دیے جائیں تو اسے کیا فرق پڑتا ہے!

۴۔ گناہوں کے ارتکاب سے عمر گھٹتی اور زندگی بے برکت ہو جاتی ہے:

گناہوں کی وجہ سے زندگی کی برکتیں لازمی طور پر سکڑ کر محدود ہو جاتی ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ گنہگار انسان کی پوری زندگی بے برکت اور بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے۔ برکت ایسی چیز ہے کہ اگر وقت میں پڑ جائے تو انسان تھوڑے وقت میں بہت سے امور سرانجام دے لیتا ہے اور مال میں پڑ جائے تو تھوڑا سا مال بھی کافی ہو جاتا ہے۔ زندگی میں پڑ جائے تو انسان تھوڑی سی عمر میں بڑے بڑے کام کر گزرتا ہے۔ لیکن ایک رائے یہ بھی ہے کہ گناہوں سے زندگی سچ مچ کم ہو جاتی ہے اور اس کی بھی معقول وجوہات ہیں۔ گناہ انسان کے مدافعتی نظام کو ناکارہ کرنے کے معیاری زندگی کو ختم کر دیتے ہیں اور انسان لاغر ہو کر رہ جاتا ہے۔

۵۔ ایک گناہ سے مزید گناہوں کا دروازہ کھل جاتا ہے:

گناہ کے نتیجے میں گناہ ہی پیدا ہوتا ہے اور ایک برائی دوسری کو جنم دیتی ہے گویا جب ایک بندہ نیکی کرتا ہے تو اس سے متصل دوسری نیکی بھی کہتی ہے کہ مجھے بھی کر لے، پھر تیسری کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کرتا جا، یہی حال برائیوں کا ہے۔ اب جو کوئی نیکی کرتا ہے اگر وہ نیکی کرنا

چھوڑ دے اور برائی شروع کردے تو اس کے دل میں تنگی اور بے چینی پیدا ہوگی اور اس کا سینہ جلنے لگے گا، اسے اپنی راہیں مسدود نظر آئیں گی اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود اس پر تنگ ہو جائے گی اور دلی طور پر اسے احساس ہوگا کہ گناہ کر لینے کے بعد اس کی حالت پانی سے باہر اس مچھلی کی سی ہے جو اس وقت تک تڑپتی رہے گی جب تک کہ لوٹ کر پانی میں نہ چلی جائے۔ لہذا ایسا انسان جب نیکی کرلے گا تو اس کی جان میں جان آئے گی اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی۔

۶۔قوتِ ارادی میں کمزوری:

جب انسان کے دل میں برائی کا ارادہ طاقت پاتا ہے تو اس برائی اور گناہ کی وجہ سے اس کی قوتِ ارادی میں کمزوری آجاتی ہے یہاں تک کہ توبہ کا خیال یکسر دل سے نکل جاتا ہے اور اگر دل پر نیم مردنی سی چھائی رہے تو انابت الی اللہ کا حوصلہ کہاں باقی رہے گا۔ کیونکہ ایسے حال میں اگر توبہ کی تو زبان زیادہ تر جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام لے گی اور دل میں معصیت کی تہ بہ تہ پڑی سلوٹیں یہ خواہش کر رہی ہوں گی کہ کب موقع ملے اور گناہ کر گزرے۔ چونکہ انسان گناہ کے بعد اپنی باگ نفس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے لہذا خواہشِ نفس اسے جہاں چاہتی ہے بھگائے لیے پھرتی ہے اور اس کی اپنی خودی گم ہو کر رہ جاتی ہے۔

۷۔کفار کی پیروی:

اس میں شک نہیں کہ کفر و شرک ہو یا لواطت و بدکاری، ماپ تول میں کمی ہو یا تکبر و غرور ......ان میں سے ہر ایک گناہ اور معصیت پچھلی قوموں کا ناپاک ورثہ ہے لہذا جو قومیں بھی اس ناپاک ورثے کو اپناتی ہیں وہ گویا انہی قوموں کے اترے ہوئے جامے پھر سے زیب تن کرتی ہیں حالانکہ گزشتہ تباہ شدہ یہ سب قومیں اللہ کی دشمن تھیں۔

۸۔ضلالت وذلت:

گناہ اور معصیت سے بندہ اپنے رب کے آگے ذلیل وخوار ہوکر رہ جاتا ہے اوراس کی نظروں سے گر جاتا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ جب بندہ از خود ذلیل وخوار ہوجائے گا تو کون بھلا اس کا اکرام کرے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَالَهُ مِنْ مُكْرِمٍ﴾[الحج:۱۸]

''اور جسے اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔''

۹۔گناہ کا احساس ختم ہونا:

گناہ اور معصیت کے مسلسل ارتکاب سے بندے کے دل میں گناہ کا احساس بھی باقی نہیں رہتا بلکہ گناہ اس کی نظر میں معمولی اور حقیر ہوجاتا ہے۔یہ علامت حددرجہ خطرناک اور ہلاکت خیز ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''مومن شخص جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ اونچے پہاڑ کی گہری کھائی میں کھڑا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں پہاڑ اس کے اوپر نہ گر پڑے۔اور فاسق وفاجر جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہو اور یوں کرنے سے وہ اڑ کر چلی جائے۔''

۱۰۔گردوپیش پر اثرات:

جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی نحوست اور سوزش اس کے گردوپیش کے انسانوں اور چوپایوں پر بھی پڑتی ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظالم کے ظلم سے سرخاب بھی اپنے گھونسلوں میں دم توڑ جاتے ہیں۔مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب قحط کا دور ہوتا ہے اور بارش بند ہو جاتی ہے تو مویشی اور چوپائے زبان حال سے کہتے ہیں کہ یہ گناہ گار آدمی کی نحوست کا نتیجہ ہے۔حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ: زمین کے کیڑے مکوڑے یہاں تک کہ زہریلے سانپ اور بچھو بھی کہتے ہیں کہ اولادِ آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم بارش کی بوندوں

سے محروم ہو گئے ہیں۔یعنی اس طرح یہ بے زبان مخلوق ان کے لیے بددعا کرتی ہے۔

غور کا مقام ہے کہ گنہگاروں کے گناہ کی اس سے بڑی سزا کیا ہوگی کہ خود بے گناہ و بے زبان بھی انہیں لعنت وملامت کرنے لگیں!

۱۱۔عزت وتوقیر کا خاتمہ:

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ گناہوں کے نتیجے میں ذلت واہانت کا پیدا ہونا یقینی ہے یعنی عزت وتوقیر صرف اطاعتِ الٰہی میں مضمر ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾[فاطر:۱۰]

''جو کوئی عزت چاہتا ہے تو (وہ یادر کھے کہ) عزت اللہ ہی کے لیے ہے۔''

یعنی عزت کے طلب گار کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے عزت کی جستجو کرے۔

بعض سلف صالحین یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِیْ بِطَاعَتِكَ وَلَاتُذِلَّنِیْ بِمَعْصِيَتِكَ

''اے اللہ !اپنی اطاعت سے ہمیں عزت عطا فرما اور گناہ اور معصیت کی وجہ سے ہمیں رسوا نہ کر۔''

۱۲۔لعنت کا مستحق:

مسلسل ارتکابِ گناہ سے انسان کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور اس کا شمار غافلوں میں ہونے لگتا ہے اور انہی معصیتوں کے باعث گناہ گار انسان اللہ کے رسول ﷺ کی لعنت میں گرفتا ہوتا ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے مثلاً حسن کے لیے اپنے جسم کو گودنے والی اور گدانے والی ،(دھوکے کے لیے مصنوعی) بال جوڑنے والی، اور جڑوانے والی،(بھوؤں کے) بال اکھیڑنے والی اور اکھڑوانے والی ،دانتوں کو باریک کرنے والی یا باریک کروانے والی ...... ان سب پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے، لکھانے والے، گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ نیز حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

چوری کرنے والے، شراب پینے والے، شراب کشید کرنے والے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، قیمت کھانے والے، لاد کر لے جانے والے، جہاں لے جایا جائے، لدوانے والے......ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔

کسی جاندار ذی روح کو باندھ کر نشانہ بازی کرنے والے، ہیجڑا بننے والے مردوں، اورعورتوں کا روپ اختیار کرنے والوں، غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والوں، بدعت ایجاد کرنے والوں، تصویر بنانے والوں، اغلام بازی کرنے والوں، اندھوں کو غلط راستوں پر ڈالنے والوں پر، چوپائے سے جفتی کرنے والوں، جانوروں کے منہ پر داغنے والوں، کسی مسلمان سے مکاری کرنے والوں یا اسے تکلیف پہنچانے والوں پر، کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر بھی آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

اسی طرح بیوی کو اس کے خاوند اور غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکانے والے پر، عورت سے اس کے پچھلے مقام پر دخول کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کے بلانے پر بھی اس کے پاس نہ جائے اور اس کے بستر کو چھوڑ رہے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ نیز جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے حملہ کرے، جو صحابہ کرامؓ کو گالی دے، جو فساد پھیلائے، جو رشتہ ناطہ توڑے، جو رسول ﷺ کو اذیت پہنچائے تو وہ بھی ملعون ہے۔

اللہ نے ان پر بھی لعنت فرمائی ہے جو اللہ کی نازل کردہ بینات، ہدایات اور نشانیوں کو چھپاتے ہیں، پاکدامن، بھولی بھالی عورتوں پر بے حیائی کا الزام لگاتے ہیں، اور کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔

ایسا شخص جو عورت کا اور ایسی عورت جو مرد کا لباس پہنے اس پر بھی لعنت کی گئی ہے۔اسی طرح رشوت لینے والے، دینے والے اور ان کے درمیان بات چیت کروانے والے پر بھی آپؐ نے لعنت فرمائی ہے۔اس کے علاوہ بھی بے شمار کام ایسے ہیں جن کو انجام دینے والوں پر آنحضرتؐ نے لعنت فرمائی ہے۔اس لیے گناہ کے ایسے ہر کام سے بچنا چاہیے۔

۱۳۔دعاؤں سے محرومی:

گناہ اور معصیت کا مرتکب اللہ کی ،اس کے رسول ﷺ کی اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اور فرشتوں کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے دعا کریں ،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

[المومن: ۷تا۹]

"جو(فرشتے)عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمانداروں کے لیے بخشش مانگتے (اور کہتے) ہیں :اے ہمارے رب !تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے لہذا جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی اتباع کی انہیں بخش دے اور جہنم کے عذاب سے بچالے ۔اے ہمارے رب!تو انہیں ہیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے (بھی) ان (سب) کو(جنت میں لے جا)جو نیک عمل ہیں۔یقیناً تو غالب وباحکمت ہے۔اور انہیں

برائیوں سے بھی محفوظ رکھ! حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تو نے رحمت کردی اور بہت بڑی کامیابی تو یہی ہے۔''

یہ بات واضح رہے کہ فرشتے صرف انہی کے لیے دعا کرتے ہیں جو پسندیدہ اور نیک اوصاف سے متصف ہوتے ہیں ورنہ جن کے اندر نیک اوصاف نہیں ہوتے ،انہیں اس بات کا تصور بھی نہیں کرنا چاہیے کہ ان کے حق میں بھی فرشتے دعائیں کریں گے ،بلکہ ان کے لیے بعض اوقات وہ بددعائیں کرتے ہیں۔☆

۱۴۔غیرت وحمیت کا خاتمہ:

گناہ کی ایک سزا یہ بھی کہ اس کی وجہ سے دل کی اندر غیرت وحمیت کی آگ بجھ جاتی ہے۔دل کی زندگی ،سرگرمی اور پاکیزگی کے لیے غیرت کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا پورے بدن کے لیے حرارت کا ہونا ضروری ہے۔اس غیرت اور اس کی سوزش اور آنچ سے دل کا زنگ خودبخود اس طرح ڈھل جاتا ہے،جس طرح بھٹی میں سونے اور چاندی کی میل کچیل ڈھل جاتی ہے۔

جو لوگ زیادہ شرف وعزت کے مالک ہوتے ہیں ان میں عام لوگوں کی نسبت کہیں زیادہ غیرت ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ غیرت ہمارے پیارے رسول جناب محمد مصطفیؐ میں تھی اور ان سے بھی زیادہ غیرت والی اللہ کی ذات ہے۔صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اللہ سے زیادہ کوئی باغیرت نہیں ہوسکتا۔اس لیے اس نے ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح کی فحش کاری کو حرام قرار دیا ہے اور معافی اور معذرت جتنی اللہ کو پسند ہے اتنی کسی اور کو نہیں۔''

☆......[اس موضوع کی تفصیلات کے لیے ہماری کتاب :انسان اور فرشتے ، کا مطالعہ مفید رہے گا۔ان شاء اللہ!(مولف)]

۱۵۔شرم وحیا کا خاتمہ:

گناہ اور معصیت کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے حیا کا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔جبکہ دلوں کی زندگی کے لیے شرم وحیا کا ہونا بہت ضروری ہے یہی ہر نیکی او ر بھلائی کی جڑ ہے۔ اگر شرم وحیا جاتی رہے گی تو خیر اور بھلائی بھی جاتی رہے گی چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِذَالَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ))

''جب تمہارے اندر شرم وحیاء نہیں تو جو چاہو کرو۔''

یعنی جس میں شرم وحیا کا مادہ نہ رہے اس کو پھر برائی سے کوئی چیز نہیں روکتی، لہذا وہ ہر طرح کی برائی بے دریغ کرے گا۔

۱۶۔خود فراموشی:

گناہ اور معصیت کی ایک سزا یہ ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو فراموش کردے اور اسے شیطان کا آلہ کار بننے اور اس کے ہاتھوں شکار ہو جانے کے لیے تنہا چھوڑ دیا جائے۔جو کوئی اس صورت حال سے دوچار ہو جائے، اس کا ہلاک ہونا یقینی ہے۔سورۃ الحشر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے قیامت کے لیے کیا بھیجا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے۔یہی نافرمان لوگ ہیں۔''

اس آیت میں تقویٰ اختیار کرنے کے علاوہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ سے بے خوف ہو جانے والوں کی یہی سزا ہے کہ ان کی ذات کو فراموش کر دیا جائے۔جن چیزوں سے انہیں دائمی خوشی، اطمینان نصیب ہونے والا ہو ان سب سے اللہ چشم پوشی کر جائے۔یہی وجہ ہے کہ جس گنہگار کو تم دیکھو گے وہ سکون سے خالی اور انتشار کا شکار ہوگا۔پریشانی کی حالت اس پر

غالب ہوگی ۔تمہیں احساس ہوگا کہ یہ اپنی مصلحتوں اور صلاحیتوں کو ضائع کر رہا ہے ۔اللہ کی یاد سے غافل ہوکر اپنی خواہشات پر چلتا ہے ۔ دنیا وآخرت کی سعادتیں اس سے منہ موڑ رہی ہیں ۔عظیم لذتوں کو چھوڑ کر گھٹیا لذتوں کے پیچھے پڑا ہے!

دنیا کی لذتوں کی مثال ایسے ہے جیسے موسمِ گرما کا بادل یا کسی شاعر کا خواب ،جس کی کوئی وقعت نہیں ۔کسی آدمی کے لیے خود فراموشی اور ذاتی تغافل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ۔ ایسا تغافل جس میں وہ بارگاہِ خداوندی سے میسر اپنا حصہ اور نصیبہ بھی فراموش کر جائے گویا وہ ایسی چیز چھوڑ رہا ہے جو اس کے لیے ناگزیر ہے اور بدلے میں ایسی چیز لے رہا ہے جس کی کوئی دقعت نہیں ہے ہر گم کردہ چیز کا کوئی عوض ہوسکتا ہے لیکن اللہ کو گم کردو گے تو اس کا عوض دوسرا نہیں پاؤ گے ۔ وہ سب کا عوض اور نعم البدل بن سکتا ہے ۔وہ اکیلا سب سے بے نیاز کردینے کے لیے کافی ہے ۔ وہ ہر کسی کو ہر کسی کے مقابلے میں پناہ دے سکتا ہے لیکن کوئی دوسرا اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دے سکتا ۔اس لیے جس کی شان یہ ہو اس کی تابعداری سے بندہ ایک لمحے کے لے بھی بھلا کیسے غافل ہوسکتا ہے ۔اس کی یاد کیونکر فراموش کرسکتا ہے ۔لیکن جو کاہلی کرتا ہے وہ سب سے زیادہ نقصان اپنا ہی کرتا ہے ۔ اگر کوئی ذات باری پر ظلم کرنا بھی چاہے تو اس کا کیا بگاڑ لے گا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ہی ظلم کرے گا!

۱۹۔دائرہ احسان (نیکوکاری) سے اخراج:

گناہ اور معصیت کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ یہ چیز انسان کو احسان یا نیکوکاری کے دائرے سے نکال باہر کرتی ہے اور راجر سے محروم کردیتی ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ احسان جب براہِ راست دل میں پیوست ہوتا ہے تو برائیوں سے روک بن جاتا ہے کیونکہ جو بندہ اللہ کی بندگی اس طرح کرتا ہے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے تو یہ شان اس میں پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ ایسے مقام پر خود کو پاتا ہے جہاں اپنے پروردگار کا جمالِ جہاں آراء اس کو نظر آتا ہے تو گناہ کا ارتکاب تو الگ رہا گناہ کا ارادہ بھی اس کے دل سے نہیں گزرتا ،لیکن اگر وہ اس دائرے سے نکل گیا تو

اپنے خاص رفیقوں کی صحبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ آسودہ زندگی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور کامل راحت اس کو چھو کر بھی نہیں گزرتی۔ اور اگر وہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایمان کے دائرے سے خارج کر دیتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''کوئی زانی اس وقت مومن نہیں رہتا جب وہ زنا کرنے میں مشغول ہو (یعنی زنا کے وقت ایمان سلب ہو جاتا ہے) اسی طرح کوئی شرابی اس وقت مومن نہیں رہتا جب وہ شراب نوشی میں مشغول ہوتا ہے اور کوئی چور اس وقت مومن نہیں ہوتا جب وہ چوری میں مصروف ہوتا ہے۔

۱۸۔ نعمتوں کا خاتمہ:

گناہ کرنے کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں کی وجہ سے نعمتیں چھن جاتی ہیں اور آدمی سزا اور انتقام کی زد میں آ جاتا ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''بلا اور آزمائش صرف گناہ کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اور توبہ کے ذریعے ہی اس کا ازالہ ہوتا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ﴾ [الشوریٰ۔ ۳۰]

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ (اللہ) تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما لیتا ہے۔''

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میری عزت اور جلال کی قسم! میرا جو بندہ میری کسی پسندیدہ چیز پر ہوتا ہے پھر اس سے ہٹ کر ناپسندیدہ چیز کی طرف چلا جاتا ہے تو میں بھی اس کی پسندیدہ حالت کو بدل کر اسے ناپسندیدہ حالت سے دوچار کر دیتا ہوں اور جو کوئی میری پسندیدہ بات کو اختیار کرتا ہے میں بھی اس کی حالت کو پسندیدگی میں تبدیل کر دیتا ہوں۔''

۱۹۔تنہائی:

گناہ اور معصیت سے انسان کا نفس اسی طرح حقیر ہو جاتا ہے جس طرح اللہ کے سامنے متواضع ہو کر وہ رفیع ہو جاتا ہے۔ خدا اور خلقِ خدا کے سامنے ان کی بزرگی میں نمایاں فرق آ جاتا ہے۔ کوئی رتبہ، کوئی درجہ اس کو حاصل نہیں ہوتا، لوگ جیسا چاہتے ہیں اس کے ساتھ سلوک کرتے ہیں اور آگے چل کر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص گم نامی، کسمپرسی یا بدنامی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی، اپنی اہمیت دکھانے کے لیے کمزوروں کو دباتا اور گالیاں دیتا ہے اور بڑھکیں لگاتا نظر آتا ہے تاکہ احساسِ کمتری ختم کر سکے۔ کسی قسم کی خوشی اس کو حاصل نہیں ہوتی اور یہ سب چیزیں اس کے دل کو حسرتوں کا قبرستان بنا دیتی ہیں اور اس کی ساری مسرتیں ایک ایک کر کے چھن جاتی ہیں۔

۲۰۔برکتوں کا خاتمہ:

گناہوں کی وجہ سے عمر میں ہونے والی برکت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ روزی، علم، معرفت، عمل، کردار اور بندگی کی برکتیں مٹ جاتی ہیں اور یہی نہیں بلکہ آخرت کی برکتیں بھی مٹ جاتی ہیں۔ روئے زمین سے برکتیں تبھی ناپیدا ہوتی ہیں جب زمین والے گناہ اور معصیت میں ڈوب جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾[الاعراف:۹۶]

''اگر یہ بستی والے لوگ ایمان لاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا، چنانچہ ہم نے انہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔''

خلاصۂ کلام:

خلاصہ یہ ہے کہ گناہ اور معصیت کی وجہ سے جب بندہ کسی دشواری، کرب یا آزمائش

میں پڑتا ہے تو اس کا دل ،اس کی زبان اور اس کے اعضاء اسے دغا دیتے ہیں، مفید ترین کاموں سے گریز اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے ،اللہ پر توکل کرنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا، اس کی بارگاہ میں رونے اور گڑگڑانے پر قلب مائل نہیں ہوتا ۔اس کی زبان اس کے احساسات کی ترجمان نہیں ہوتی ،دل اور زبان میں یگانگت اور ہم آہنگی گھٹتی چلی جاتی ہے۔

اس سے زیادہ بدترین اور تلخ حقیقت یہ ہے کہ جب اس کا آخری وقت آتا ہے تو اس گھڑی دل اور زبان اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور مرتے وقت کلمۂ شہادت نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ بہت سوں کو دیکھا کہ ان سے کہا گیا کلمہ پڑھو تو وہ کہہ رہے تھے : آہ! ہم سے نہیں پڑھا جارہا......!

ایک سے کہا گیا کلمہ پڑھ! تو اس نے کہا شاہ اور رروخ (شطرنج کے دو مہروں) نے تجھے مات دے دی ۔یہی کہتے ہوئے مرگیا۔ایک اور کو کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے تو وہ بے ہودہ گانا گانے لگا، اسی میں اس کو موت آ گئی!

ایک اور سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ اس سے میرا کیا بنے گا؟ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں نے زندگی میں کوئی نماز بھی پڑھی ہے یا نہیں۔ یہ شخص بھی کلمہ نہ پڑھ سکا اور مرگیا!

ایک شخص سے کہا گیا تو اس نے کہا میں تو کافر ہوں اسے نہیں مانتا اور میں کلمہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تو میری زبان لپٹ جاتی ہے!

ایک بھکاری یہ کہتے مرگیا کہ اللہ کے لیے ایک پیسہ دے دو......اللہ کے لیے ایک پیسہ دے دو!

ایک تاجر کی سانس اکھڑ رہی تھی لوگ کہتے تھے پڑھو لا الہ الا اللہ ۔لیکن وہ شخص کہتا تھا: یہ مال سستا ہے، وہ مال مہنگا ہے، یہ بیوپاری برا ہے، وہ بیوپاری اچھا ہے ......یہی کہتا کہتا مرگیا! نعوذ باللہ!

اللہ کی پناہ! اس کی ذات ہر چیز سے مبرا ہے۔

یہ تو وہ واقعات ہیں جن کا لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے، جبکہ کتنے ہی قصے یوں بیت جاتے ہیں اور کسی کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

درحقیقت بات یہ ہے کہ آدمی جب عروج پر ہوتا ہے اور اس کے اندر شباب اور طاقت عروج پر ہوتی ہے تو ''جوانی دیوانی'' کے مصداق اس پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے۔ اپنی من مانی اور اللہ کی معصیتوں میں اسے الجھائے رکھتا ہے۔ اللہ کی یاد کو اس کے دل سے بھلائے رکھتا ہے، زبان سے خدا کے نام اور اعضاء سے اس کی بندگی کو نکال پھینکتا ہے۔ اس وقت تو طاقت اور ہوش وحواس کے عالم میں اس کے اندر یہ غلاظت بھری ہوتی ہے مگر جب اس کے دن پھر جاتے ہیں، جب وہ نحیف ونزار ہوجاتا ہے تو پھر بھلا اس کے اندر سے کیا نکلے گا؟ اس وقت تو موت کا کرب اس کے چہرے سے نمایاں ہوگا۔ شیطان اپنی پوری قوت اس کے پیچھے جھونک دے گا اور پوری طاقت اس لیے لگادے گا کہ یہ موقع اس سے نکلنے نہ پائے کیونکہ اس وقت کا عمل آخری عمل ہوتا ہے۔ اگر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے تو وہ بڑا بے لگام اور شہ زور ہوجاتا ہے اور اگر نہ چلے تو اس پر اوس پڑ جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر کوئی صاحبِ دل اس کا زور توڑ کر نکل آئے تو بلاشبہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

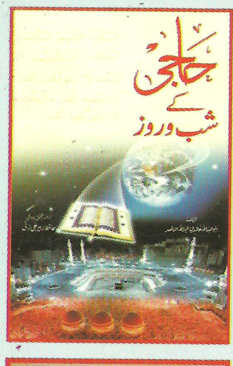
((يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰالِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ))[ابراھیم:۲۷]

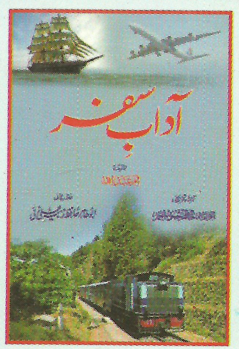
''اللہ ایمان والوں کو پکی بات (کلمہ طیبہ) سے دنیا اور آخرت میں ثابت قدمی عطا کرتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

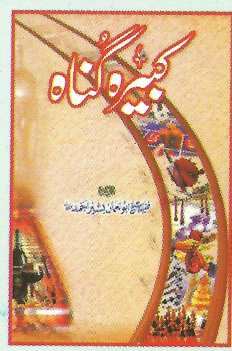
......☆......

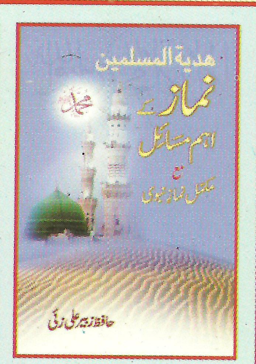
ہماری دیگر مطبوعات

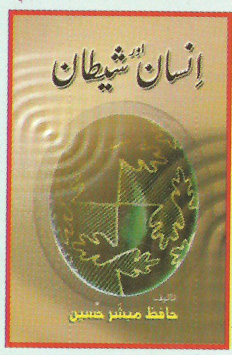
نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	صفحات
1	قیامت کی نشانیاں...........................	150	424
2	پیش گوئیوں کی حقیقت (اور عصر حاضر میں انکی تعبیر کا منہج)	150	352
3	عاملوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹمارٹم (مع روحانی علاج معالجہ)	160	456
4	جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ (از ابن تیمیہؒ)............	56	136
5	اسلام میں تصور جہاد...........................	160	480
6	جہاد اور دہشت گردی...........................	150	428
7	اللہ اور انسان...........................	90	184
8	انسان اور شیطان...........................	90	248
9	انسان اور فرشتے...........................	60	160
10	نماز نبوی (باتصویر)...........................	50	100
11	ھدیۃ العروس (از دواجی و خانگی احکام و مسائل).......	210	600
12	جہیز کی تباہ کاریاں...........................	60	136
13	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ" اور موجودہ مسلمان!...........	45	104
14	کیا موسیقی حرام نہیں؟!...........................	130	180
15	جدید فقہی مسائل...........................	210	424
16	انسان اور گناہ...........................	200	448
17	انسان اور نیکی...........................	120	184
18	ھدیۃ النسآء [احکام نسواں اور تربیت نسواں]		زیر طبع
19	ھدیۃ الوالدین [اولاد اور والدین کے باہمی مسائل]		زیر طبع
20	خوشگوار ازدواجی زندگی کے اصول [میاں بیوی کے لیے]		زیر طبع
21	احکام لباس اور بے پردگی...........................		زیر طبع
22	زیب و زینت اور مروجہ فیشن...........................		زیر طبع

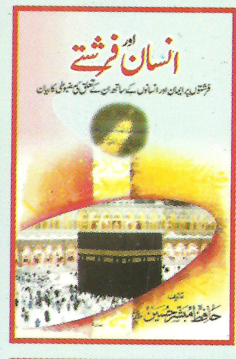


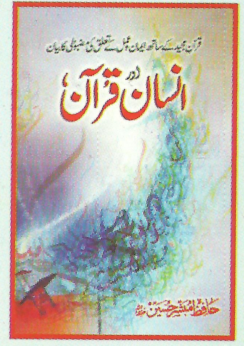


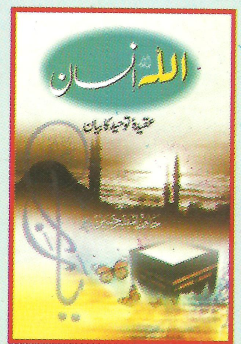


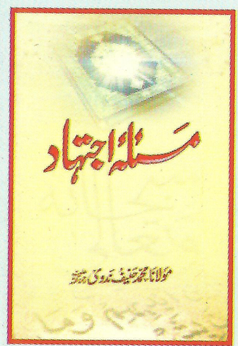


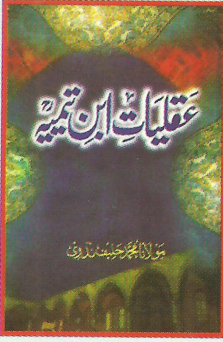


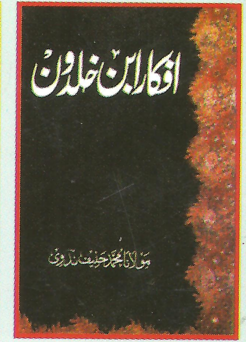


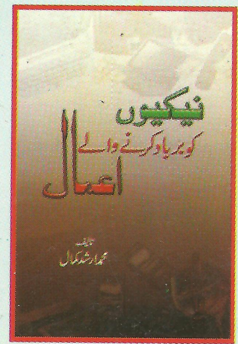


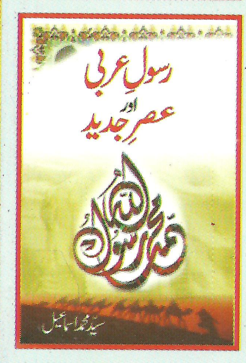


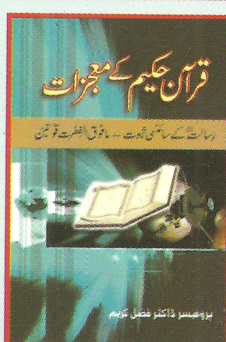


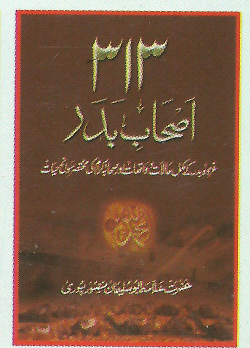


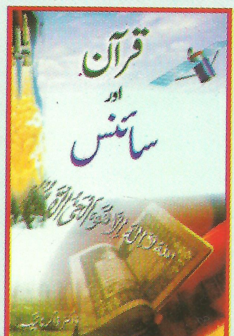














Rs.85/-

Areeb Publications
1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)
Ph : 23282550 e-mail : apd@bol.net.in